ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ

مصنف کی دیگر خدمات

۱ سراتاریخ کے آئینہ میں ۱۹۹۶

یہ کتاب کرناٹک اردو اکادمی بنگلور کی جزوی مالی اعانت سے شائع ہوئی

۲ شکنتلا (اردو ڈرامہ) از محمد حسن۔ نئی دلی ۱۹۹۶

ترجمہ بزبان کنڑا محمد صبغۃ اللہ

۳ فتح نامہ ٹیپو سلطان / اضراب سلطانی ۱۹۹۰

از میر حسن علی عزت مرتبہ ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ

اس کتاب پر ۱۹۹۲ء میں کرناٹک اردو اکادمی بنگلور نے انعام عطا کیا

۴ تصوف اور صوفیائے کرام ۱۹۹۳

۵ ڈرامے کا فن اور ڈرامہ نگاری ۱۹۹۰

پہلا ایڈیشن فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اتر پردیش لکھنؤ کے

جزوی مالی تعاون سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۳

۶ تذکرۂ محققین کرناٹک ۹۷ - ۱۹۹۶

۷ مینا ستونتی کا تنقیدی جائزہ ۹۷ - ۱۹۹۶

۸ غواصی کی مثنویوں کا تنقیدی مطالعہ (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) ۹۷ - ۱۹۹۶

یہ تحقیقی مقالہ کرناٹک اردو اکادمی بنگلور کی جزوی مالی اعانت سے شائع ہوا

۹ ماحولیاتی آلودگی از امیتور شانتا

ترجمہ بزبان اردو ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ ۹۷ - ۱۹۹۶

۱۰ آل انڈیا باٹنی کونسل (شاخ بنگلور) کاروان اتحاد و یکجہتی (مختصر رپورٹ)

میناستونتی
کا
تنقیدی جائزہ

از

ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ

پروفیسر و صدر شعبہ اردو
گورنمنٹ آرٹس کالج، بنگلور - 1

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب : میناستونتی کا تنقیدی جائزہ
صفحات : 80
قیمت : Rs.50 روپے
ملنے کا پتہ : مالک پبلی کیشنز
نمبر 50/12" آشیانہ "، فورتھ مین،
وسنتپا بلاک ، گنگا نگر۔
بنگلور۔ 32

دو باتیں

ملک الشعراء غواصی کی مثنوی میناستونتی کو فاضل مرتب ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اب تک اس مثنوی کے دو ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ یہ مثنوی متعدد جامعات کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ ایک عرصہ سے اس مثنوی کے تفصیلی جائزہ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے۔

امید کہ اہل علم اور محققین اس کوشش کی پذیرائی کریں گے۔

اگست 96

ڈاکٹر محمد صبغتہ اللہ
بنگلور

فہرست

تمہید

مینا ستونتی

تاریخ تصنیف

مخطوطات کا مطالعہ

مثنوی کا نام، موضوع

قصہ

مثنوی کا ماخذ

تعداد اشعار

کردار نگاری

واقعہ نگاری

مکالمہ نگاری

منظر نگاری

حقیقت نگاری

غواصی کا فلسفہ حیات

شاہی تہذیب و تمدن

لباس و زیورات

ادبی جائزہ

کلام مقتضائے حال کے موافق

کلام کی لطافت

تشبیہات

کلام کی سادگی

مثنوی کی بحر

تیسرا باب

غواصی کے مثنویوں کا تجزیہ

مینا ستونتی

ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے دوسرے اصناف سخن کے مقابلے میں مثنوی میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے اس لئے اس صنف سخن میں اشعار کے تعداد کی قید نہیں ہوتی۔ اسی سہولت کی بنا پر مثنوی نگار اپنے بیان کو جاری رکھتا ہے۔ اس صنف سخن میں دلچسپی کا باعث اس کا تسلسل بیان ہے ہیئت و ساخت موضوع اور اشعار کی غیر متعین تعداد یہ وہ خصوصیات ہیں جس کی بنا پر دوسرے اصناف سخن پر مثنوی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آئینہ میں کسی بھی عہد کی معاشرتی کیفیت، حالات وغیرہ کا بآسانی مطالعہ کیا جاسکتا ہے جیسے رسم ورواج، مذہبی طور طریقے، دینوی روایات، ملبوسات، زیورات، نیم مذہبی عقائد، توہمات، تیوہار، میلے ٹھیلے، ادبی رجحانات علم وفن کی باتیں وغیرہ ان سب کی عکاسی ہمیں مثنویوں میں ملتی ہے۔ قلی قطب شاہ کے زمانے سے لیکر آج تک جتنی مثنویاں لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے زمانے کے بدلتے رجحانات کے ساتھ ساتھ اس کے بدلتے روپ بھی سامنے آتے ہیں۔ قدیم مثنویوں میں زیادہ تر فرضی قصے ملتے ہیں۔ اس میں فوق الفطرت عناصر کے ساتھ ساتھ توہمات کا عام رجحان ملتا ہے۔ لیکن ایک خصوصیت ان مثنویوں کے بیان کرنے میں ہمیں یہ ملتی ہے کہ مثنوی نگار ہمارے سامنے بھی خلاف قیاس عادت اور باتیں بیان کئے جاتے ہیں لیکن اس میں ربط و تسلسل بھی پایا جاتا ہے یہی وہ اہم بات ہے جس پر مثنوی نگار توجہ دیتا ہے جس سے قاری کو ان قصوں میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور صاحب فراست ان باتوں کو علامتی اور رمزی پیرایہ سمجھ کر اس میں تصوف اور مذہبی رموز کی تلاش کرتے ہیں۔

واقعات کا ربط و تسلسل انجام دینے میں مکالمے اہم ہیں جس کو ڈرامائی پیرایہ کہا جاتا ہے۔ واقعات کے بیان کرنے میں مثنوی نگار بڑے سلیقہ سے کام لیتا ہے۔ تمہید کے بعد واقعات میں کشمکش پیدا کرتا ہے پھر اس کو نقطۂ عروج پر لیجانے کے بعد جب اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اور حقیقت کا انکشاف کرنے کے بعد وہ بیان کو خاتمہ پر لے آتا ہے۔ ان ساری باتوں کو پیش کرنے میں مثنوی نگار کو کافی مہارت سے کام لینا پڑتا ہے۔ مثنوی نگار اپنے خصوصی اسلوب سے مثنوی کو مقبولیت کے درجے تک پہنچا دیتا ہے اور یہی اس کے کامیابی کی دلیل ہے۔ انہیں اوصاف کی بنا پر مولانا حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں لکھا ہے۔ "الغرض جتنی صنفیں فارسی اور شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے۔ یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب شاعری پر ترجیح دی جاسکتی ہے عرب کی شاعری میں مثنوی کا رواج نہ ہونے یا ہوسکنے کے سبب تاریخ یا قصہ یا اخلاق یا تصوف میں ظاہراً ایک کتاب بھی ایسی نہیں لکھی جاسکی جیسی فارسی میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں لکھی گئی ہیں اس لئے عرب شاہنامہ کو قرآن العجم کہتے ہیں۔

مثنوی تمام اصناف سخن میں سب سے زیادہ مفید اور بکار آمد صنف ہے کیونکہ غزل یا قصیدہ میں اس وجہ سے کہ اول سے آخر تک ایک قافیہ کی پابندی ہوتی ہے۔ ہر قسم کے مسلسل مضامین کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ مثنوی کی نسبت ہست قرآن در زبان پہلوی کہا گیا ہے۔

اردو میں چند چھوٹی چھوٹی عشقیہ مثنویوں کے سوا اخلاق یا تاریخ وغیرہ میں آج تک۔ کوئی چھوٹی یا بڑی مثنوی کسی مسلم الثبوت استاد نے نہیں لکھی۔ عشقیہ مثنویاں بھی اس زمانے کے تقاضے اور مذاق بمراحل دور تر اور بعید تر ہے۔ ان مثنویوں میں جو قصے بیان کئے گئے ہیں ان میں فوق العادت باتیں اور حد سے زیادہ مبالغہ اور غلو بھرا ہوا ہے۔ اکثر مثنویوں میں شاعری کے فرائض بھی پورے ادا نہیں ہوئے ہیں۔ [۱]

مولانا حالی کا یہ خیال کہ "اردو میں چند چھوٹی چھوٹی عشقیہ مثنویوں کے سوا

۱۔ مقدمہ شعر و شاعری

اخلاق یا تاریخ وغیرہ میں کوئی مثنویاں کسی مسلم الثبوت استاد کی نہیں ملتی۔" حالی کا یہ نظریہ اردو مثنویوں کی حد تک ٹھیک ہے لیکن جیسے جیسے تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے دکنی ادب کا بیش بہا خزانہ ہمارے سامنے آرہا ہے۔ دکنی ادب کا ایک ضخیم حصہ مثنویوں پر حاوی ہے جس میں ہر قسم کی مثنویاں ملتی ہیں۔ اگر زبان کی قدامت کو سمجھ کر اس کا مطالعہ کیا جائے تو حالی کے خیال کی تردید ہوتی ہے دکنی شاعروں نے ہر قسم کے موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے اس میں اخلاق، مذہب تاریخ کے علاوہ رزم و بزم کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ اس کی بدولت یہ احساس کمتری دور ہوجاتا ہے۔

اردو کے مشہور نقاد مولانا شبلی شعرالعجم کے حصہ چہارم میں لکھتے ہیں "انواع شاعری میں یہ صنف تمام انواع شاعری کی بہ نسبت زیادہ مفید وسیع اور زیادہ ہمہ گیر ہے۔ شاعری کے جس قدر انواع ہیں سب اس میں نہایت خوبی سے ادا ہوسکتے ہیں جیسے جذبات انسانی، مناظر قدرت، واقعہ نگاری، تخیل ان تمام چیزوں کے لئے مثنوی سے زیادہ کوئی میدان ہاتھ نہیں آسکتا۔ مثنوی میں اکثر کوئی تاریخی واقعہ یا کوئی قصہ بیان کیا جاتا ہے اس بنا پر زندگی اور معاشرت کے جس قدر انسانی جذبات ہیں سب کے سماں دکھانے کا موقع مل سکتا ہے۔ تاریخ میں مختلف اور گوناگوں واقعات پیش آتے ہیں اس لئے ہر قسم کی واقعہ نگاری کا کمال دکھایا جاسکتا ہے۔ مناظر قدرت، بہار، و خزاں، گرمی سردی، صبح و شام یا جنگل و بیابان، کوہ و صحرا، سبزہ زار وغیرہ کی تصویر کھینچی جاسکتی ہے۔ اخلاق، فلسفہ یا تصوف کے مسائل نہایت تفصیل سے ادا کئے جاسکتے ہیں۔ ۱

مثنوی کے بارے میں اظہار خیال کرنے کے بعد وہ چند ایسی باتیں پیش کرتے ہیں جس سے شاعر کے معیار کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ شاعر کو ان سے عہدہ بر آ ہونے میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے جیسے اس نے مثنوی کی ترتیب میں کس خوبصورتی سے کام لیا ہے۔ واقعات کو کس ترتیب کے ساتھ جوڑا ہے۔

شعرالعجم حصہ چہارم صفحہ ۱۹۹ ۔ ۱۹۵ مطبوعہ انوار المطابع امین آباد

اس نے کرداروں کو کس طرح پیش کیا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت آقا ہو یا نوکر، بچہ ہو یا جوان، امیر ہو یا غریب، ان کرداروں کو پیش کرنے میں اس نے کس حد تک کمل تصویر کشی کی ہے اور ان کا معیار کس حد تک بجھایا ہے۔ واقعہ کو پیش کرنے میں شاعر نے کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے اس کے بیان کئے ہوئے واقعہ کی اصل اور صحیح تصویر ذہن میں آسکتی ہے یا نہیں۔

ان سارے امور کے پیش نظر، جو نقادوں نے باکمال شعراء کے فن کو سمجھنے کے لئے قائم کئے ہیں۔ اس کی روشنی میں غواصی کی مثنویوں کا تجزیہ کیا جائے گا۔ بزمیہ مثنوی طویل اور مربوط نظم ہے جس میں عشق و محبت کی داستان ہجر و فراق کی کیفیات و مہمات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ مثنوی کی اہم خصوصیت ربط و تسلسل اور ترتیب ہے مثنوی کا ہر ایک شعر دوسرے شعر سے مربوط ہوتا ہے۔ ایک واقعہ دوسرے واقعہ سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

مثنوی کی دوسری خصوصیت میں کردار نگاری، مرقع نگاری، زمان و مکاں کے لحاظ سے کلام کی موزونیت و مناسبت، واقعہ نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری وغیرہ شامل ہیں۔

غواصی کی مثنویوں کے مضامین واشعار میں کافی ربط و ضبط پایا جاتا ہے اس کے اشعار زنجیر کی کڑیوں کی طرح تو نہیں ہیں کہ اگر ایک کڑی نکال دی جائے تو ساری زنجیر ٹوٹ کر بیکار ہوجائے۔ لیکن اس نے قصہ کا مضامین کے ارتقاء میں بیان کے تسلسل کا ایک حد تک لحاظ رکھا ہے۔ مثنوی کے اوائل و اواخر میں واقعات کا بھی کافی خیال رکھا ہے اور موقع و محل کے اعتبار سے کلام کو سنوارا ہے۔ لیکن اس کی مثنویوں کی ابتداء، مضامین کی ترتیب اور پلاٹ کے ارتقائی مدارج کا جہاں تک تعلق ہے ان کے لئے وہ الف لیلیٰ، فارسی کے نثری قصے کا رہین منت ہے۔ اسکی مثنوی میں جو ربط و تسلسل ہے اس سے اس کے شاعرانہ ذوق، اصابت رائے اور صنف مثنوی سے گہرے لگاؤ کا ثبوت ملتا ہے۔

مثنوی میناسونتی

اس مثنوی کو ڈاکٹر غلام عمر خاں نے مرتب کر کے سلسلہ مطبوعات قدیم اردو شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی سے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا ہے یہ مثنوی ٹائپ پر طبع ہوئی۔ مثنوی کے متن کو پیش کرنے سے پہلے ایک طویل مقدمہ لکھا گیا ہے جو ۱۱۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مثنوی کا متن صفحہ ۱۱۷ سے صفحہ ۱۹۴ تک ہے جگہ جگہ فٹ نوٹ میں متن کا اختلاف بتایا گیا ہے اس متن میں ۳۰۰۷ / اشعار درج ہیں صفحہ ۱۹۵ میں ضمیمہ دیا گیا ہے جس میں مخطوطہ "ب" اور "ن" کے زائد اشعار درج ہیں۔ جن کا تعلق پیر کے کردار سے ہے اور یہ سلسلہ صفحہ ۲۱۱ تک چلتا ہے صفحہ ۲۱۲ سے فرہنگ شروع ہوتی ہے جو صفحہ ۲۲۱ پر ختم ہوتی ہے۔

اس مثنوی کا دوسرا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۸۱ میں شائع ہوا۔ پہلے ایڈیشن کے مقابلے میں یہ ایڈیشن زیادہ صاف ستھرا ہے۔ اور یہ خط نستعلیق میں چھاپا گیا ہے۔ اس مثنوی کو الیاس ٹریڈرس والوں نے نیشنل فائن پرنٹنگ میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اس مثنوی کا دوسرا ایڈیشن ۱۶ سال بعد شائع ہوا ہے طبع اول کی جلد کیلیکو بائنڈ پر ہوئی تھی طبع دوم کی جلد بندی معمولی ہے طبع دوم میں سرورق زیادہ دیدہ زیب ہے۔ اور اس مرتبہ مثنوی کے عنوان پر اعراب دیئے گئے ہیں۔ غواصی کے مثنویوں پر تحقیق کے لئے میرا حیدر آباد جانا ہوا۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر غلام عمر خان صاحب سے بھی ملاقات رہی۔ دوران گفتگو انہوں نے بتایا تھا کہ دوسرا ایڈیشن بہت جلد تیار ہونے والا ہے اس ایڈیشن میں اعراب کا خاص خیال رکھا گیا ہے اس لئے کہ قاری اس مثنوی کو مناست ونتی پڑھتے ہیں وہ دراصل مِنا نہیں ہے بلکہ مَینا ہے اس لئے اعراب لگا کر اس کو مَینا بنایا گیا ہے۔ تاکہ قاری ذہنی الجھنوں سے پاک رہے۔ اور مثنوی کا عنوان بھی آسانی سے پڑھا جاسکے۔ ملاقات کے چھ ماہ بعد یہ کتاب دوسری مرتبہ شائع ہوئی پہلے ایڈیشن کے مقابلے میں دوسرے ایڈیشن میں کتاب کا سائز چھوٹا ہو گیا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں ڈیمی سائز تھا دوسرا ایڈیشن 1/8 کراؤن سائز ہو گیا ہے۔ اس مثنوی کا دوسرا ایڈیشن اسلئے لایا گیا کہ یہ مثنوی مختلف جامعات کے نصاب میں شامل کرلی گئی ہے۔ اسی لئے خط سائز وغیرہ کو بدل کر شائع کیا گیا ہے جس سے طلباء زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور عام قاری بھی محظوظ ہوسکتا ہے۔

کتاب کے پہلے صفحہ میں مثنوی کا نام ہے اور مصنف کا نام ملک الشعراء غواصی درج ہے۔ پہلے ایڈیشن میں مرتب کے نام کے ساتھ یہ پتہ درج تھا شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد۔ لیکن دوسرے ایڈیشن میں ڈاکٹر کے بجائے پروفیسر غلام عمر خان اور پتہ صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی لکھا ہوا ہے۔ اور نیچے ناشر کا پتہ ہے۔

دوسرے صفحہ میں جملہ حقوق مرتب کے حق میں محفوظ لکھا ہوا ہے سال اشاعت اکتوبر ۱۹۸۱ء مطبع کا نام، ناشر کا پتہ اور قیمت درج ہے صفحہ کے آخر میں ملنے کا پتہ ناشر کا ہی درج ہے۔

تیسرے صفحہ میں کتاب کی ترتیب درج ہے ۱) عرض ناشر صفحہ ۴ ۲) مقدمہ صفحہ ۶ ۳) مینا ستونتی (متن) صفحہ ۱۰۳ ۴) ضمیمہ صفحہ ۱۷۶ ۵) فرہنگ صفحہ ۱۹۴ چوتھے اور پانچویں صفحہ میں ناشر نے لکھا ہے کہ "اس کتاب کی بازار میں مانگ تھی متعدد جامعات کے نصابوں میں شامل کی جاچکی ہے اسی لئے اس کی سخت ضرورت محسوس ہورہی تھی، انہوں نے ڈاکٹر غلام عمر خان کا شکریہ ادا کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ پہلے ایڈیشن میں جو طباعت کی غلطیاں باقی رہ گئی تھیں اس ایڈیشن میں تصحیح کردی گئی ہے۔ اور یہ امید بھی ظاہر کی ہے کہ ان کی یہ کوشش کہ یہ کتاب دوبارہ شائع کریں ارباب ذوق بہت مشکور ہوں گے۔

صفحہ ۶ سے اس مثنوی کا طویل مقدمہ شروع ہوتا ہے جو ۱۰۲ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ پہلے ایڈیشن میں یہ مقدمہ صفحہ ۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۱۷ پر ختم ہوتا تھا طبع دوم کے صفحہ ۱۰۳ سے مثنوی کا متن شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۱۷۵ پر ختم ہوتا ہے پہلے ایڈیشن میں یہ متن صفحہ ۱۱۸ سے شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۱۹۴ پر ختم ہوتا جو ۷۶ صفحات پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے ایڈیشن کے صفحہ ۱۷۶ سے ضمیمہ ۱۹۳ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے

کل صفحات ۱۸ ہیں پہلے ایڈیشن میں یہ ضمیمہ ۱۹۵ سے شروع ہوکر صفحہ ۲۱۲ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے کل ۱۷ صفحات تھے دوسرے ایڈیشن میں صفحہ ۱۹۴ سے فرہنگ شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۲۰۰ پر ختم ہوتی ہے۔ اس ایڈیشن میں ۶ صفحات صرف ہوئے ہیں۔ جبکہ پہلے ایڈیشن میں فرہنگ صفحہ ۲۱۳ سے صفحہ ۲۲۱ تک ۸ صفحات صرف ہوئے تھے پہلے ایڈیشن میں بھی دس اشعار درج تھے اور صفحہ کے آخر میں فٹ نوٹ میں اختلاف بتایا گیا ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں بھی وہی تعداد برقرار رکھی گئی ہے۔ لیکن ٹائپ کے مقابلے میں کتابت کی وجہ سے صفحات کم ہوگئے ہیں جو جملہ ۲، ہیں جبکہ پہلے ایڈیشن میں ۶۰، صفحات پر متن پھیلا ہوا ہے۔

مثنوی میناستونتی کا سنہ تصنیف

غواصی کے دوسری دو مثنویوں یعنی سیف الملوک و بدیع الجمال اور طوطی نامہ کے مقابلے میں میناستونتی زبان، انداز بیان اور کمال فن کے اعتبار سے ان دو مثنویوں کے قبل کی تصنیف ہے اس میں شاعرانہ تعلی اور خود پسندی کا رجحان دونوں مثنویوں کے مقابلے میں کم ہے۔

عقل فہم عرفان کا کام ہے — محبت کے دریا کا پرجام ہے
منتھی یک حکایت عجب خوب تر — رسالہ مراخوب شہد و شکر

مثنوی کے آخری اشعار میں وہ جس انکساری کے ساتھ اس کارنامہ کو پیش کرتا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ میدان شاعری میں نووارد ہے

کیا نظم قصے کا نابات گھول — دیکھو چوک یاراں تو را کھوت بول
برے فہم داراں میں ہوں کم فہام — کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کمینے یو کرنا نظر — دعا حق سوں کرنا مرے حق اپر

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ غواصی کی یہ ابتدائی کوشش تھی۔ نصیر الدین ہاشمی نے اس کا سنہ تصنیف ۱۰۳۵ھ کے قریب بتایا ہے اور غلام عمر خان صاحب کا خیال ہے کہ ۱۶۱۷ یا ۱۶۱۸ء سے پانچ دس برس پہلے کا زمانہ ہوسکتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ مثنوی تقریباً ۱۶۰۸ء کے درمیان تصنیف ہوئی۔

مخطوطات کا مطالعہ۔

اس مثنوی کے مخطوطات اندرون ملک و بیرون ملک پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ ۱) انڈیا آفس لائبریری لندن ۲ (۲) کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد ۳ (۳) سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد ۵ (۴) کتب خانۂ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ ۱ (۵) بمبئی یونیورسٹی لائبریری از مہدوی ۱

۱) انڈیا آفس لائبریری لندن میں اس مخطوطے کے دو نسخے ملتے ہیں یورپ میں دکھنی مخطوطات میں صفحہ ۱۵۶ تا صفحہ ۵۰۰ تک نصیر الدین ہاشمی صاحب نے مخطوطات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ بلوم ہارٹ کے کیٹلاگ کے مطابق ان مخلوطات کا نمبر ۷۷ اور ۷۸ ہے۔ ۱

۲) کتب خانۂ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کا نمبر ۲، / ۶۳، بتایا گیا ہے اور اس کا مصنف علی وجودی ہے۔ ۲

۳) بمبئی یونیورسٹی میں بھی اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے جو مہدوی کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں غلام عمر خان لکھتے ہیں کہ۔ "مثنوی زبان کے اعتبار سے بعد کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ قصہ کی تفصیلات اگرچہ خاصی مختلف ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی نے غواصی سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے۔ ۲

۴) کتب خانہ آصفیہ۔ اس کتب خانہ میں جو مخطوطات موجود ہیں ان کی تفصیل

۱۔ یورپ میں دکھنی مخطوطات صفحہ ۵۶۷ تا صفحہ ۵۰۰

۲۔ میناستونتی صفحہ ۲۳

حسب ذیل ہے۔

نسخہ نمبرا

کتب خانہ کی فہرست کے مطابق اس مخطوطہ کا نمبر ۱۳۱ / ۲۸۵۲، ہے کتابوں کی تعداد کا نمبر اوپر کا ہے اور اردو مثنوی میں اس کا نمبر ۱۳۱ جدید ہے ہاشمی صاحب نے توضیحی فہرست میں اس کا عنوان (د) منظوم افسانے نمبر ۲۰۵ دیا ہے۔ کتاب کا سائز 5x8 جملہ اوراق ۳۰ کل صفحات ۵۹ ہر صفحہ میں تقریباً ۱۲ سطریں ہیں کل اشعار اندازاً ۶۶۰ ہیں۔ یہ مثنوی خط نسخ میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے پہلے صفحے پر یہ عبارت ملتی ہے

"این ابیات از تصنیف حضرت شاہ قادری اندکہ کرک نمک حرام اور خوبشر فرمودند"

آغاز:۔ اول کے جیال کتش بسیارے اسکائے نلے
چنچل کرکو اب کا نام پارے اسکائے نے

پھر صفحہ کے آخر میں یہ شعر ہے۔

سرم ہور للح لیاں سسال جرمن تلملال
جرماسریہ اسکے کراری اسکائے نے

دوسرے صفحہ پر یہ عنوان ہے " در توحید باریتعالی عزاسمہ " اس طرح سارے عنوانات فارسی میں لکھے ہوئے ہیں پھر بسم اللہ کے بعد ابتدائی اشعار اس طرح شروع ہوتے ہیں۔

آغاز:۔

کہوں حمد پاک رحمن کا کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اوس کو سزاوار ہے کہ جن جگدیوں پیدا کر نہار ہے

اختتام:۔

غواصی کھینے پو کرنا نظر دعا حق سوں منگنامیرے حق اوپر
ہوا نظم یوناؤں سب تمام بحق محمد علیہ اسلام

ترقیمہ اس طرح ہے۔

تمت تمام شد کاتب الحروف شیخ انور عفراللہ ذنبہ

نسخہ نمبر۲

کتب خانہ آصفیہ کا یہ دوسرا نسخہ ہے اس کا نمبر ۵۲۴ ہے۔ کتب خانہ کی وضاحتی فہرست کے مطابق اس کا نمبر (د) منظوم افسانے ۲۰۴ ہے۔ اس مثنوی کا عنوان مناوستونتی (چنداولورک) سائز 5x8 کل اوراق ۲۲ ہیں ہر صفحہ میں ۱۳ سطر ہیں مصنف غواصی ہے۔ یہ مثنوی بھی خط نسخ میں لکھی گئی ہے۔ اس نسخہ میں عنوانات نہیں ہیں۔

آغاز:۔

کہوں حمد میں پاک رحمن کا کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
شاہ حمد اوس کوں سزاوار ہے کہ دوجگ کوں پیدا کرنہار ہے

نصیر الدین ہاشمی اس مثنوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔ "غواصی کی یہ بھی ایک مثنوی ہے۔ اگرچہ اس کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہیں مگر خیال ہے کہ ۱۰۳۵ھ کے قریب مرتب ہوئی ہے۔ اس مثنوی میں اس کی دوسری مثنوی سیف الملوک اور طوطی نامہ کی طرح بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اس کو شاہی تقرب حاصل نہیں ہوا تھا"

اختتام:-

بنانیکا مجھ میں نتھا کچ دماغ — دعا بزرگاں کی کیا تازاباغ
شتابی سوں لکھیں کوئی آوی ہوس — پرنہار کوں دھر کو آوی ہوس
ہزاراں دروداں ہزاراں سلام — بحق محمد علیہ اسلام

تمت تمام شد

اس نسخہ میں ترقیمہ نہیں ہے۔

نسخہ نمبر ۳

اس نسخہ کا نمبر ۳۴۴ / ۱۸۲۱ اور وضاحتی فہرست میں (د) منظوم افسانے کے تحت اس کا نمبر ۲۰۶ ہے۔ اس نسخہ میں ۳۰ اوراق ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۲ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق میں یہ نسخہ لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کا آغاز یوں ہے۔

آغاز

کہوں حمد میں پاک رحمن کا — کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اوس کو سزاوار ہے — کہ دوجگ کا پیدا کر نہار ہے

اختتام:-

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام — کیا ہوں نادانگی سوں تمام
کہیں میم جی اور کہیں میم دال — درود اں نبی پر بڑو شاد حال
الہی گنہ بخش اور مجہ خطا — کرینی کو توں ایمان کی مجہ عطا

تمام شد

ترقیمہ نہیں ہے۔

نسخہ نمبر ۴

یہ نسخہ دو رسالوں کا مجموعہ ہے اس کا نمبر ۲۱۳۰ ہے وضاحتی فہرست کے مطابق (د) منظوم افسانے ۲۶۱ ہے۔ پہلا رسالہ "مینا ستونت" ہے اور دوسرے رسالے میں بلا عنوان ایک مثنوی ہے جس میں بادشاہ مصر سلطان فیروز شاہ اور اس کی بیٹی ملکہ کا قصہ لکھا ہوا ہے۔ مثنوی مینا ستونتی کے جملہ ۵۴ اوراق ہیں۔ ہر صفحے میں ۱۲ سطر ہیں مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو دو کاتبوں نے لکھا ہے۔

آغاز:-

کہوں حمد میں پاک رحمن کا — کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام۔

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام — کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
ستر غیب اوس کوں یو سرپوش ہیں — کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں
مرتب کیا یاں سوں قصہ تمام — جو بولو نبی پر درود و سلام

سنہ کتابت عیسوی اور ہجری دونوں میں ہے ۱۲۵۰ محمد ۱۸۳۵ عیسی

ترقیمہ یوں ہے۔ تمت الکتاب مینا ستونت بتاریخ دھم ماہ رجب المرجب روز پنجشنبہ بوقت سہ پہر اتمام رسانیدکرد۔ کاتب الحروف فقیر حقیر شیخ میراں۔

کتب خانہ آصفیہ میں ان چار نسخوں کے علاوہ اور کوئی نسخہ نظر نہیں آیا۔ مرتب نے اس مثنوی کے پانچ نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ "....."[2] کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد (دکن)

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۲۴ — ۲۔ مینا ستونتی صفحہ ۴۳

پانچ نسخے ان کی تفصیل آگے آئے گی۔ [1] مگر باوجود تلاش بسیار پانچواں نسخہ میری نظر سے نہیں گذرا۔

کتب خانہ سالار جنگ میں جو مخطوطات موجود ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

نسخہ نمبر ۱:۔

کتب خانہ سالار جنگ کا یہ نسخہ کتب خانہ کی فہرست کے مطابق اس کا قدیم نمبر ۱۰۰ ہے اور جدید ۳۵ وضاحتی فہرست کے مطابق اس کا نمبر ۲۵، ہے۔ عنوان مینا وستونتی (چندا و لورک) سائز 7x10 لائبریری کا داخلہ نمبر ۹۹، ہے۔ اس نسخہ میں ۲۸ اوراق ہیں اور کل صفحات ۳۵ ہیں پہلے صفحہ کا کاغذ ہاشمی صاحب کے مطابق ولایتی اور ڈاکٹر غلام عمر خان کے مطابق دولت آبادی ہے۔ تاریخ تصنیف کے متعلق ہاشمی صاحب نے ماقبل ۱۰۵۰ھ لکھا ہے۔ ڈاکٹر غلام عمر خان کا خیال ہیکہ۔۔ "یہ نسخہ کاغذ اور کتابت ہر دو اعتبار سے بیس پچیس سال پہلے کا ترقیمہ معلوم ہوتا ہے۔" [2] خوش خطی کے باوجود کتابت کی بے شمار غلطیاں ملتی ہیں۔

آغاز

کروں حمد میں پاک رحمن کا ۔۔۔ کہ او حمد ہے زیور ایمان کا
جمیع حمد اوسکو سزا وار ہے ۔۔۔ کہ جس جگ کوں پیدا کر نہار ہے

حمد، نعت خلفائے راشدین اور مدح حضرت عبدالقادر جیلانی کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ "قصہ مختلف کتابوں میں سے نقل کرتے کرتے کسی قدر تبدیل ہو گیا ہے" [1]

۱۔ مینا ستونتی ص۲۲ ، ۲۔ مینا ستونتی ص۲۳
۳۔ وضاحتی فہرست سالار جنگ میوزیم صفحہ ۵۹۲

اختتام:۔

ستر غیب اوس کوں یوپوشو تمیں ۔۔۔ کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں
مرتب کیا یہاں سو قصہ تمام ۔۔۔ جو بولو نبی پرو درود و سلام

نسخہ نمبر ۲:۔

لائبریری کا داخلہ نمبر ۸۰۰ ہے۔ اس نسخہ کا قدیم نمبر ۱۹۵ اور جدید نمبر ۳۶ ہے۔ وضاحتی فہرست کے مطابق اس کا نمبر ۲۶، ہے۔ عنوان مینا وستونتی (چندا ولورک) ہے سائز 6x8 صفحات ۳۵ کاتب نے اس کا عنوان قصان ست لکھا ہے۔ خط شکستہ کاغذ دیسی۔ ناقص الاول۔ یہ مثنوی متعدد مثنویوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں ہے جس میں معراج نامہ بلاقی، وفات نامہ نبی، مینا ستونتی قصہ ابو شحمہ، وفات نامہ، شمائل نامہ، وصیت نامہ، سخاوت نامہ اور جنگ نامہ ایک ساتھ موجود ہیں۔ اس نسخہ میں حمد، نعت اور منقبت نہیں ہے۔

آغاز:۔

میٹھا یک حکایت عجب خوب تر ۔۔۔ رسیلا نرہ خوب شیریں شکر
کہ تک شہر میں اتھا بادشاہ ۔۔۔ جہانگیر عالم میں اتھا شہنشاہ

اختتام:۔

کیا نظم قصے کا نا بات کھول ۔۔۔ دیکھیں چوک یاراں تو راکھو نہ بول
کہیں میم ہے اور کہیں میم دال ۔۔۔ درو داں نبی پہ پڑو شاد حال

ترقیمہ

بتاریخ بست و پنجم شہر ربیع الثانی معظم در قصبہ بھنوبا نصد شتاد و بست قصہ مینا موسوم بہ مینا بخط سید قاسم روضہ منور حضرت میاں صاحب انجام یافت

نسخہ نمبر ۳

کتب خانہ کا داخلہ نمبر ۸۰۱ ہے جدید نمبر ۳۰، وضاحتی فہرست کے مطابق ۳۲،۰ کاغذ دیسی اور خط، خط نستعلیق معمولی، قدیم نمبر ۳۰، سائز 5x8 صفحات ۵۵ اوراق ۲۸ تعداد اشعار کل ۵۸۰ مثنوی کے آغاز میں یہ عنوان ہے "این قصہ ستونتے راست" یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ ترقیمہ نہیں ہے۔

آغاز:-

کھوں حمد میں پاک رحمن کا　　کہ جس جگ کوں پیدا کرنہار ہے
او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام　　او مالک ہے ملک کا سب تمام

اختتام:-

یونا پاک کرتا ہے کے آکے سنک　　کے جلنے کوں منگتا ہے مثل پتنگ
کہ ہے میم حور کے ہے میم دال　　درود اں نبی پر کہو فی الحال

مرتب نے اس نسخہ کے بارے میں لکھا ہے
مخطوطہ ل ...... اور خط معمولی نستعلیق ۳۸ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۱۰ سطر ہیں![1] حالانکہ اس نسخہ میں کل ۲۸ اوراق ہیں اور صفحہ نمبر ۲، ۱۲، ۵۱ اور ۵۲ میں ۹ سطر صفحہ نمبر ۵ میں ۸ صفحہ نمبر ۶، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۴، ۲۹، ۳۱، ۳۳، ۳۵، ۳۹، ۵۴ میں ۱۰

۱۔ میناستونتی صفحہ ۳۰

سطر ہیں اور باقی صفحات میں ۱۱ سطر ہیں۔ اس بارے میں مرتب سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ۳۸ اوراق سے ۷۶ صفحات ہونگے اور ہر صفحہ پر ۱۱ اشعار کے مطابق اشعار یا سطر ۸۳۶ ہوجاتے ہیں لیکن یہاں صرف ۲۸ اوراق ہیں صفحات ۵۵ اور ہر صفحہ میں اشعار کی تعداد میں کافی فرق آتا ہے اور کل تعداد اشعار صرف ۵۸۰ ہے۔

نسخہ نمبر ۴

کتب خانہ کا داخلہ نمبر ۸۰۲ قدیم نمبر ۳۹۳ جدید نمبر ۳۸ وضاحتی فہرست کے مطابق اس کا نمبر ۳۸، چنداولورک قصہ میناستونتی ہے۔ سائز 6X9 صفحات ۶۱ پہلے صفحہ میں ۵ سطر صفحہ نمبر ۲ تا صفحہ ۷ میں ۹ سطر اور صفحہ ۵۱، ۵۲، ۵۶، ۵۷، ۵۸ میں بھی ۹ سطر، صفحہ ۵۳، ۵۹، ۶۰، ۶۱ میں ۸ سطر صفحہ ۹، ۱۰، ۲۸ میں ۱۰ سطر صفحہ ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۴۰، ۴۹ میں ۱۳ سطر، صفحہ ۳۵، ۳۹ میں ۱۴ سطر، صفحہ ۱۱ تا ۱۵، ۲۰، ۲۷، ۳۰، ۳۸ اور ۴۱ تا ۴۲ میں ۱۱ سطر صفحہ ۱۶ تا ۲۸، ۳۲ اور صفحہ ۲۷ میں ۱۲ سطر ہیں۔ مرتب نے ہر صفحہ میں دس سطر لکھا ہے۔[1] جو ان شواہد کی روشنی میں صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ نسخہ کرم خوردہ ہے اور خط نستعلیق بھی معمولی ہے کاتب کی لاپرواہی اس نسخہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس نے آخر کے چار صفحات تو ایسے لکھے ہیں کہ پڑھے نہیں جاسکتے۔ مثنوی اس عنوان سے شروع ہوتی ہے "قصہ طوطا مینا (چنداولورک) تعداد اشعار کل ۶۵۰۔

آغاز:-

کھوں حمد میں پاک رحمان کا　　کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اوس کو سزا وار ہے　　جنے جگ کو پیدا کرنہار ہے

۱۔ میناستونتی صفحہ ۳۰

اختتام:-

کیا نظم قصے کا نابات گھول　　دیکھو چوک یاراں رکھنا نہ بول
بڑے فہم داراں میں میں کم فہام　　کیا یو نادانگی سوں تمام
کہیں میم ہے اور کہیں میم دال　　درودواں نبی پر بھیجنا فی الحال

ترقیمہ

آخری صفحہ میں بہت سی لکیریں گھسیٹ گئی ہیں ان لکیروں میں یہ عبارت پڑھی جاسکتی ہے "ایں کتاب ملک ظہیر الدین است"

نسخہ نمبر ۵:-

کتب خانہ کا داخلہ نمبر ۸۰۳ قدیم نمبر ۶۳۱ جدید نمبر ۳۹ چندر ولورک وضاحتی فہرست کا عنوان ہے اور نمبر ۳۹، ہے۔ مرتب نے اس نسخہ کے کاغذ کو دیسی کہا ہے اور وضاحتی فہرست میں اس نسخہ کے کاغذ کو ولایتی بتایا ہے۔ خط نستعلیق ہے سائز 5.5x7.5 صفحات ۵۹ ہیں تعداد اشعار کل ۵۹،۔ اس نسخہ کے بارے میں مرتب نے لکھا ہے کہ "کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے کافی بعد کے زمانے کا ترقیمہ معلوم ہوتا ہے۔ کاتب نہایت کم سواد ہے" یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔

آغاز:-

کہوں حمد میں پاک رحمن کا　　کہ حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام:-

شہر کے گلیاں میں پھر اخوار کر　　کہ چھوڑے لیجا کر پراے نگر
اوستونت سکی نے پھر ابھیاوکر　　ملائی اولورک و چندامکر

اس طرح اس مثنوی کے مخطوطات کی کل تعداد ۱۳ ہوتی ہے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری میں اس کے پانچ نسخے ہیں اور آصفیہ لائبریری میں چار لیکن مرتب نے لکھا ہے "...۲) کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن پانچ نسخے ان کی تفصیل آگے آئے گی۔ ۳) سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد چار نسخے۔ ان نسخوں کی تفصیل بھی آئندہ صفحات میں درج ہے ع[۱] ان سارے مخطوطات کی تفصیل صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۳۲ تک ملتی ہے لیکن مخطوطات کی تعداد جو دونوں کتب خانوں کی بتائی گئی ہے اس میں شاید غلطی سے آصفیہ لائبریری کے نسخوں کو پانچ اور سالار جنگ لائبریری کے مخطوطوں کو چار لکھا گیا ہے جو اصل میں سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری میں پانچ اور آصفیہ لائبریری میں چار ہیں اور ان کی ساری تفصیل اوپر دی جاچکی ہے۔ حیدر آباد کے مخطوطات کے سوائے باقی مخطوطات تک رسائی نہ ہوسکی۔

مثنوی کا نام:-

مثنوی کے مخطوطوں میں یہ بات خاص طور پر دیکھی گئی کہ شاعر نے اس مثنوی کا کیا نام تجویز کیاہے۔ لیکن شاعر نے مثنوی کا کوئی نام تجویز نہیں کیا۔ البتہ کاتبوں نے مثنوی کے آغاز میں یا خاتمہ یا ترقیمہ میں مختلف عنوانات یا نام تجویز کئے ہیں جیسے چندا ولورک قصہ مینا ستونتی یا قصہ ستونت وغیرہ۔ مرتب نے مثنوی کے بنیادی اصولوں کے مدنظر جووفاشعاری اور عصمت کوش پر مبنی ہے۔ اس کا نام مینا ستونتی تجویز کیا ہے۔ جواس مثنوی کے پیش نظر بہت بہتر اور سب سے اچھا عنوان ہے۔

۱ : مینا ستونتی صہ ۲۴

موضوع:۔

عہد وسطیٰ میں جو مثنویاں لکھی گئیں ان میں زیادہ تر بزمیہ اور رزمیہ مثنویاں تھیں۔ لیکن زیادہ تر بزمیہ مثنویاں ملتی ہیں۔ میناستونتی میں عشق اور اخلاق کا موضوع بھی ملتا ہے۔ اس مثنوی میں پند و نصائح کے علاوہ عورت کے خصائل پر شاعر نے خاص توجہ دی ہے جیسے عورت کو اپنی عصمت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اس بات کو پوری مثنوی میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ والدین پر اپنے بچوں کے لئے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں جیسے

۱) بچوں کو نیک عورت کا دودھ پلانا
۲) شریفوں کی صحبت میں رکھنا
۳) سچائی پر کاربند رہنا اور
۴) ادب و لحاظ کے برتاؤ کی تعلیم

کہ مانباپ پر فرض ہے چار بات جو فرزند کے حق میں کرنا جہات
اول نیک کا دود اس کو پلائیں دوجا، دیک اشراف کے سنگ لائیں
ہے تسرا سکانااسے حق کی بات بھی چوتھا اچانا ادب کے سنگات
اگر ایسا نہ ہوا تو اولاد دین و دنیا میں ذلیل ہوگی۔
اگر نیں تو اس کے طرف تے اے فضیحت ہووے دین و دنیا منے ؎۱

قصہ

کہتے ہیں کہ کسی شہر میں بالاکنور نامی بادشاہ تھا، اس کی ایک حسین و جمیل بیٹی

ا؎ میناستونتی ص ۱۶۲ ؎۱

تھی جس کا نام چندا تھا۔ ایک دن وہ محل کے غرفے میں سرشام کھڑی تھی۔ دن بھر کے تھکے ماندے لوگ اور مویشی کام کرنے کے بعد اپنے اپنے گھر لوٹ رہے تھے۔ لورک چرواہا بھی اپنا ریوڑ ہانکتا ہوا آرہا تھا۔ شہزادی، لورک کے مردانہ وجاہت اور خوبصورتی کو دیکھ پہلی نظر میں فریفتہ ہوگئی۔ لیکن اسے چرواہا سمجھ کر پس و پیش میں مبتلا ہوگئی۔

شہنشاہ کی بیٹی چھجے کے اپر کھڑی تھی سو دیکھی اسے سربسر
کہی من میں، کیا خوب سیدا ہے جان گرورا کتا کر، ہوئی پشیمان ۱

ایک دن اس نے موقع پاکر لورک کو اپنے پاس بلایا اور اپنا عندیہ ظاہر کیا اور طرح طرح کی ترغیبیں دیں، بہکایا پھسلایا۔ لورک نے چندا کی یہ باتیں سنیں اور کہا کہ وہ ایک شادی شدہ انسان ہے جس کی بیوی مینا دینا کی بے حد وفا شعار اور خوبصورت عورت ہے اور یہ سنجوگ ممکن نہیں۔

یو سن کر کہیا، میرے گھر نار ہے او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
چھبیلی او اوتار کچ حور ہے سہیلی کوں یوسف کر انور ہے
نہ جاحت منجے چاند ہور سور کا مرے گھر میں شعلہ ہے کہہ طور کا ۲

ان باتوں سے چندا کو معلوم ہوگیا کہ لورک سیدھی طرح سے اس کے جال میں پھنسنے والا نہیں ہے۔ اور جب عورت کی انا کو صدمہ پہنچتا ہے تو غصہ سے ناگن بن جاتی ہے۔ چنانچہ چندا نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ تو تو دیہاتی چرواہا ہے۔ اور پھٹے حالوں میں مست ایک غریب انسان ہے تجھے محلات کے عیش و عشرت کا مزا کیا معلوم۔

جو کاندھے چوالا چندوتی ہے سیر لینگے پاؤں ہور یک لنگوٹی ہے پھیر
تجے کانکوں کسوت بچھانا صدر ارے گاؤ دی کیا توں جانے قدر
جو کچ تیری قسمت سوتوں پائے گا ترا اودسا یو کداں جائے گا ۳

آخرکار لورک چندا کے فریب میں آگیا اور دونوں نے محل سے بہت سا روپیہ

۱۔۲۔۳۔ میناستونتی صفحہ ۸۹، ۱۱۰، ۱۱۰، ۱۱۲

پیسہ مال اسباب لیکر راہ فرار اختیار کی۔

لے چندا کو لورک جو باہر ہوا   سو یو غلبلا جگ میں ظاہر ہوا ع۱

بادشاہ کو چندا اور لورک کے فرار ہونے کی خبر ملی تو بادشاہ نے سوچا کہ اس کے راستہ کا کانٹا نکل گیا ہے۔ کیونکہ مینا پر اس کی بہت عرصہ سے نظر تھی اور وہ مینا کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مصاحبوں سے کہا کہ میں نے گوالے کے گھر میں جو حسینہ دیکھی تھی پہلے ہی دن سے اس کا عاشق ہوگیا ہوں۔ اب کسی پختہ کار دوتی کی خدمات حاصل کرکے مینا کو محل میں لانا چاہیئے۔ بادشاہ کے مشورے پر دوتی کو بلایا گیا۔ بادشاہ نے اس کو انعام واکرام سے نوازا اور اپنے مطلب کی بات بتائی۔ دوتی نے بہت ڈینگیں ماریں اور کہا کہ اگر کوئی حسینہ سات پردوں میں بھی چھپی رہے تو میں اس کو تیرے سامنے پیش کرکے ہی رہوں گی اور یہ تو گوالے کی عورت ہے۔ اس کو بہلا پھسلا کر فریب میں لانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ بادشاہ نے دوتی کو سمجھایا کہ وہ تو بہت باعزت عورت ہے اس کو فریب میں لانا آسان کام نہیں۔ بڑھیا نے بادشاہ سے چیلنج کیا کہ اگر اس نے یہ چھوٹا سا کام نہ کیا تو وہ اپنا چونڈا منڈوا دے گی۔ بادشاہ دوتی کی باتوں کو سن کر بہت خوش ہوا اور چھ ماہ کی مہلت دے کر روانہ کیا۔

کیا سن توں یو بات منج پاس کا   دیا تج کوں فرصت میں چھ ماس کا ع۲۔

مینا کو جب پتہ چلا کہ اس کا شوہر شہزادی چندا کے ساتھ فرار ہوگیا ہے تو اس نے اپنی عصمت بچائے رکھنے کے لئے چرخہ کات کر زندگی گذارنے کا فیصلہ کیا۔

الپس دھول تن میں ملانے لگی   تمام روپ اپنا جلانے لگی ع۳

بادشاہ سے رخصت ہوکر دوتی مینا کے پاس آئی اور اپنے آپ کو رضاعی ماں بتایا اور کہا کہ اس نے دو برس تک اس کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ جب میں نے تیری یہ مصیبت کی خبر سنی تو تیرا ساتھ دینے کے لئے آئی۔ مینا نے بڑھیا کی باتوں کو سچ جانا اور اس کی صحبت کو غنیمت جانا اور دوتی کو اپنے گھر میں رہنے کے لئے جگہ دیدی تاکہ وہ

۱، ۲، ۳۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۸

آڑے وقتوں میں کام آسکے۔

موقع کی نزاکت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوتی نے مینا سے کہا کہ لورک نے تجھ سے بے وفائی کی ہے خدا نے تجھے جوانی کے ساتھ ساتھ حسن کی دولت سے بھی نوازا ہے افسوس کہ اس بے وفا کو تو ابھی تک اپنا محبوب سمجھ رہی ہے اور اس کے ہجر میں کندنی رنگ کو جلا کر خاک کر رہی ہے۔ اور لورک چندا کے ساتھ عیش کی زندگی گذار رہا ہے۔۔ بڑھیا کی ان باتوں کو سن کر مینا نے کہا کہ لورک کو برا بھلا مت کہہ اب لورک کے بعد تو ہی بزرگ ہستی ہے مجھ کو عقل کی بات بتا میں نے لورک کو معاف کیا۔ اس نے مجھے بیوی بنایا ہے اور اس کے لئے ہر مصیبت کو سہنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر عورت کا قدم ایک مرتبہ بھٹک گیا تو پھر دین و دنیا میں اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

ہمن تے براکچ ذرا کام ہوئے   دونوں جگ میں اوتار بدنام ہوئے

اسی نار کاموں سو کالا اہے   سو شیطان کے موں کا جالا اہے

اسے نیں ہے جاگا کسی ٹھار میں   پڑے گی او عورت بڑے غار میں ع۱

مینا کی باتوں کو سن کر دوتی نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ تو تو میرے سامنے کی بچی ہے اور مجھ ہی کو باتیں سکھا رہی ہے۔ لورک تو گوالا ہے وہ تیری قدر و قیمت کو نہیں جانتا وہ تو بے وقوف ہے پتھر اور ہیرے میں کیا فرق کر سکتا ہے۔ اب تو تیرے کھانے پینے اور عیش کرنے کے دن ہیں۔ میں تجھ کو ایک بہتر مشورہ دیتی ہوں کہ اب تو اپنی عمر کے بہترین دور میں ہے۔ تجھ کو اب بھی اس کا موقع ہے اور میں اس بات میں تیری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یو جانی سکی تیری اپروپ ہے   ملادیتی ہوں یار یک خوب ہے ع۲

دوتی کی باتوں کو سنکر ستونتی حسینہ مینا بہت برہم ہوئی اور کہا کہ میں نے تجھے ایک بڑی بڑھیا سمجھا اور یہ جانا کہ تو ایسی مصیبت میں میرا ساتھ دے گی۔ میرے ساتھ

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۲۱ ۲: ایضاً ص ۱۲۳

ہمدردی کرے گی لیکن تو تو میرے دونوں جہاں برباد کرنے پر تلی ہے۔ اے بڑھیا سن جو باعصمت عورت اپنے عصمت کی حفاظت کرتی ہے اپنے خاوند کی وفادار رہتی ہے خدا کی اس پر رحمت ہے میں چھوٹی سی لیکن سمجھدار ہوں اگر بڑوں میں عقل ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ نادان ہیں۔

بڈی سن، کہتی ہوں تجھے میں بچن   ستی اپنے ست کوں جو رکھنا جتن ع۱

مینا نے جب یہ نصیحت آمیز باتیں تبائیں تو دوتی جل گئی اور کہا کہ تو بڑی بدقسمت عورت ہے۔ شاید جوانی کی آگ کھانا تیری قسمت میں لکھا ہے۔ وقت گذر جانے کے بعد مجھے تیری باتیں یاد آئیں گی تو میری باتوں کا برا مان رہی ہے۔ یہ میرے دودھ کی محبت تھی جس نے جوش مارا تیری مصیبت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتی تیری جوانی پر رحم آیا اسی لئے میں نے تجھ سے کہا کہ جوانی کی آگ کو تو جو کھا رہی ہے اسی وجہ سے تیرا چہرہ ماند پڑ گیا ہے۔ جیسے کالی کالی بدلیاں چاند کو اوٹ میں لے لیتی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تجھ کو بادشاہ بالا کنور کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ تجھ جیسی حسینہ کا اور اس گوالے کا جوڑ ہی ناموزوں ہے اے نادان لڑکی میں تجھ کو بادشاہ بالا کنور سے ملانے کا انتظام کردوں گی پھر بڑے آرام سے اپنے دن گذارے گی۔ جب تو محل میں زرین لباس پہنے پھولوں کے گجرے ہاتھوں میں ڈالے آنکھوں میں سرمہ لگائے کپڑوں میں عطر بسائے شاہی صدر پر پہنچے گی، باغوں اور چمنوں کی سیر کرے گی تو جوانی کا مزہ آجائے گا۔ مینا نے بڑھیا کی باتوں کو سن کر بہت لعن طعن کیا اور بڑھیا کو بتایا کہ باعصمت زندگی کیا ہوتی ہے۔ پھر اس نے بتایا کہ میں لورک کی ہو چکی ہوں وہی میرا بالا کنور ہے اپنے پتی لورک پر ایسے سینکڑوں بادشاہوں کو نچھاور کردونگی۔ اگر لورک میرا سر بھی طلب کرے یا جسم کے اعضاء اعضاء بھی کاٹ لے تو میرے دل سے اس کی محبت نہیں نکل پائے گی۔ اور میں کسی غیر مرد کا سامنا ہرگز نہیں کروں گی۔ تو جو شاہی محل، شاہی صدر، زرین لباس عطر بیز لباس اور چمن و باغ کی تحریص دلا رہی ہے،

ع۱۔۲۰۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۴۳۔۱۷۱۰

اس سے بہتر ہے کہ میں کفن اوڑھ کر قبر میں سو جاؤں لیکن کسی اجنبی کے سامنے چاہے وہ بالا کنور بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اپنے حسن کی نمائش نہیں کرونگی۔

مینا کی باتوں کو سن کر بڑھیا نے کہا کہ اپنے حسن و شباب کے ساتھ ساتھ تو اپنی زندگی کو بھی خطرہ میں ڈال رہی ہے میں سمجھتی ہوں کہ شاید گوالے نے تجھ پر جادو کرا دیا ہے اسی لئے تو اس کے دھیان میں بیٹھی رہتی ہے۔ زندگی کی عیش و عشرت سے محروم افلاس و مصیبت میں تو اپنی بقیہ زندگی گذار رہی ہے اور اسی طرح تو دنیا سے ناکام و نامراد چلی جائے گی۔ کم ظرفوں کی صحبت نے تجھ کو کم حوصلگی عطا کی ہے سچ ہے کہ بری صحبت سے آدمی برا بنتا ہے۔

سنگت نیک کا جاہلاں کو بڑھائے   برے کی سنگت تے برا بول آئے ع۱

مینا بری باتوں سے بچنے کی پوری کوشش کررہی ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ آدمی اس بری عادت میں پڑ جاتا ہے تو وہ اس کا غلام بن جاتا ہے۔ پھر دوتی نے مختلف حکایتیں بیان کیں۔ جس میں نفس کی برائیوں پر زور دیا گیا ہے۔ اور ان حکایتوں کو بیان کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ مینا کو اکسایا جائے اور وہ غلط روی میں مبتلا ہو۔ دوتی نے اسی نظریہ سے بھکارن اور بادشاہ کی حکایت بیان کی تو مینا نے تحریص و ترغیب کرنے والے تین دوستوں کی ہلاکت خیز حکایت سنائی۔ پھر دوتی نے دو بیویوں والی حکایت بیان کی تو مینا نے کہا کہ اگر لورک چندا کو ساتھ بھی لایا تو میں اس کو ساتھ رکھوں گی پھر اس نے باعصمت حسنہ کی حکایت سنائی جس نے شوہر کے دوست، چور اور سوداگر کے ہاتھوں میں پھنسنے کے باوجود اپنی عصمت کی کس طرح حفاظت کی تھی اور اسی عصمت کی مدد سے ان تینوں کی بری حالت کو دور کیا اور بتایا کہ یہ طاقت صرف پاک دامنی کی وجہ سے اس میں پیدا ہوئی تھی اسی لئے عورت کو اپنی عصمت کی ضرور حفاظت کرنی چاہئے۔ دوتی نے کہا کہ میں تیری مہربان بن کر آئی تھی تاکہ تیری زندگی کو سنوار سکوں اس لئے

ع۱ مینا ستونتی صـ ۱۴۷

کہ ہر کام وقت پر ہوتا ہے۔ اس وقت کے گذر جانے کے بعد انسان ہاتھ ملتا ہی رہ جاتا ہے۔ دوتی نے اسی سلسلے میں بد خصلت عورت کی حکایت بیان کی جو پہلے تو اپنی عصمت کی حفاظت کرنا چاہی لیکن جب اس کے خاوند کو دوسری عورت کے ساتھ دیکھا تو اس عورت نے اس مرد سے رابطہ قائم کرنا چاہا جس نے اسے پیام محبت بھیجا۔ لیکن وقت کے گذر جانے سے اس نے انکار کیا کہ اب اس کے دل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ پھول اگر باسی ہوجائیں تو کوئی سر میں نہیں لگایا کرتے مینا نے دوتی کو فراق زدہ ستونتی کی حکایت سنا کر کہا کہ میں حقیقت میں اس ستونتی کی طرح ہوں جو اپنے شوہر کے فراق میں رو رو کر جان دیدی اور نصوحا کو اپنی بدی پر توبہ کرنی پڑی۔

انہیں باتوں میں چھ ماہ کا عرصہ ختم ہوگیا اور دوتی نے بادشاہ کے حضور میں سارا ماجرا بیان کے۔

کہی خسروانی کہوں کیا تجے عجب نار اونار دستی منجے
میں اتھی بھی کبی کڈھنگی ہے آج دودستی ہے پاتال کی رای راج ۱

بادشاہ نے دوتی سے کہا کہ اب میں خود تیرے ساتھ آؤں گا تو اس کو رضامند کرنے کی کوشش کر۔ بادشاہ دوتی کے ساتھ مینا کے گھر گیا اور مینا کے گھر کے گوشے میں چھپ کر بیٹھ گیا دونوں کی گفتگو سننے لگا۔ دوتی نے پھر مکر کا جال پھیلانے کی کوشش کی تو مینا نے کہا کہ تو جو مجھے ان باتوں پر مجبور کررہی ہے کہ میں دوسرے مردوں کے ساتھ ربط و ضبط پیدا کروں۔ ذرا یہ تو بتا کہ تو نے بھی یہ کام کیا ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ

سنی بات دوتی، کہیتی کچ نہ للج برے یوں بیتی یو قبولے گی آج
کہ نھن پن میں دو چار، جانی میں دس بڈی ہوں اتا یاد آتا ہوس ۲

مینا نے کہا کہ اگر میں نے تیرا دودھ پیا ہوتا تو یقیناً میرا دل بھی تیری باتوں پر آمادہ

۱،۲۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۶۴، ۱۷۱

ہوجاتا لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میری ماں نے مجھے تیرا دودھ نہیں پلایا ہے۔ ماں باپ جانتے ہیں کہ اپنے بچوں کے متعلق ان پر چار فرائض عائد ہوتے ہیں

اول نیک کا دود اس کوں پلائیں دوجا دیک اشراف کے سنگ لائیں
بے تسرا سکانا اسے حق کی بات بھی چوتھا اپنانا ادب کے سنگات ہے۱

پھر مینا دوتی پر برس پڑی مجھے یقین ہے کہ تو میری رضاعی ماں نہیں ہے شاید تو فاحشہ ہے اور مجھے تو اور تیرا بادشاہ دونوں ملکر تباہی کے غار میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ لیکن شاید تجھ کو معلوم نہیں کہ میری آہوں میں اتنا اثر ہے کہ وہ تجھے اور تیرے بادشاہ دونوں کو جلا کر بھسم کردیں گے۔

کرے قرب جس کا ہے تج پر کرم کروں آہ تو ہووے بادشاہی بھسم ہے۲

بادشاہ جو ابتک مینا کے گھر کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ان باتوں کو سن رہا تھا مینا کی اس بات کو سن کر بہت متاثر ہوا اور گوشہ سے باہر نکل آیا۔ مینا کو تسلیم کیا۔ پاکدامنی اور عفت کی داد دی اور معافی کا خواستگار ہوا محل واپس آکر ملک کے کونے کونے میں قاصد روانہ کئے تاکہ وہ چندا اور لورک کو ڈھونڈ لائیں۔ دربار میں حاضر ہونے کے بعد لورک جو بے قصور تھا مینا کے پاس بھیج دیا اور اپنی بیٹی چندا جو قصوروار تھی۔ سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اور دوتی کو اس کے اپنے کہے کے مطابق سر منڈھوا کر گدھے پر سوار کرکے شہر میں جلوس نکالا تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

کیا اپنی بیٹی کوں ان سنگسار منڈاسیں دوتی کوں بھایا بجار
گدھے پر اسے سار کر شہار میں پھرایا ہر یک تھار بازار میں
عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے کھلے پھول مینا کے آدھار کے ہے۳

مثنوی مینا ستونتی کے قصہ کا ماخذ:۔

مثنوی کا قصہ دراصل ہندوستانی عشقیہ کہانی ہے۔ پہلے یہ قصہ لوک گیتوں میں گایا جاتا تھا۔ بعد میں اس کہانی کو ادبی شکل دی گئی ہے جو اپنے اپنے مختلف اشکال میں

۱،۲،۳۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۶۲، صفحہ ۱۶۳، صفحہ ۱۶۵

دستیاب ہوتی ہیں جن میں قدیم اودھی بھاشا میں داؤد کی چنداین، میاں سادھن کی مینا ست، بنگالی میں دولت قاضی کی ستی مینا و لور چندرانی اور فارسی میں حمیدی کا عصمت نامہ اہم ہیں۔ غواصی نے اس کے ماخذ کے بارے میں صرف اتنا کہا ہے۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی سیتی بے بدل

رسالہ کا نام یا اس کے مصنف کا نام نہیں لیا ہے۔ اکثر دکنی مثنویاں براہ راست ترجمہ نہیں ہیں بلکہ فارسی قصوں کو اخذ کرکے مقامی ماحول سے قصے کی تفصیلات اور جزئیات کو لیکر مثنویاں تصنیف کی گئی ہیں۔ غواصی کی دوسری مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال اور طوطی نامہ بھی اسی قبیل کی ایک کڑی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حمیدی کا عصمت نامہ ہی مینا ستونتی کا ماخذ ہے۔[1] لیکن ڈاکٹر غلام عمر خان کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کے اواخر ہی سے شاعروں نے اس مقبول عشقیہ داستان کو اپنا موضوع سخن بنانا شروع کردیا تھا اور ۱۶ ویں اور ۱۷ ویں صدی میں یکے بعد دیگرے ۴ ادبی شکلیں، میناست، عصمت نامہ، غواصی کی مثنوی اور بنگالی شاعر کی ستی مینا اور چندرانی وجود میں آئیں تھیں اگرچہ یہ امر بھی بعید از امکان نہیں کہ اس عوامی کہانی کے کسی اور شاعر نے بھی اپنا موضوع بنایا ہو اور یہی قصہ غواصی کے پیش نظر رہا ہو لیکن جب تک ایسا کوئی قصہ دستیاب نہ ہوجائے یا کوئی اور ثبوت نامعلوم فارسی قصے کی تائید میں نہ ملے قطعی طور پر یہ حکم لگانا کہ غواصی کی مثنوی مینا ستونتی عصمت نامہ پر مبنی ہے راقم کی رائے میں احتیاط کے منافی ہے۔"[2]

تعداد اشعار

الگ الگ عنوانوں کے تحت اگر اشعار کی گنتی کی جائے تو کل ۶۸۶ اشعار ہوتے ہیں جب کہ مرتبہ متن میں اس کی اشعار ۷۰۳ بتائی گئی ہے ضمیمہ کے اشعار جو ۱۲۸ ہیں تو مرتب کے حساب سے ۸۳۱ اشعار ہوتے ہیں جب کہ اصل میں ۸۱۴ اشعار ہیں

مثنوی مینا ستونتی غواصی کی ابتدائی کوشش ہے۔ ابھی وہ بادشاہ وقت عبداللہ

[1] نوائے ادب اکتوبر ۱۹۶۵ ص ۲۵ از: گوپی چند نارنگ بحوالہ مینا ستونتی ص ۲۶ [2] مینا ستونتی ص ۲۶

قطب شاہ کے دربار سے وابستہ نہیں ہوا ہے۔ طوطی نامہ اور سیف الملوک میں بادشاہ کی مدح ملتی ہے جبکہ اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد منقبت چہار یار ہے پھر مثنوی "حکایت بادشاہ و چندا و لورک" کے عنوان سے شروع ہوجاتی ہے۔ اس مثنوی میں ضمنی حکایتیں بھی آتی ہیں۔ مثنوی قصہ کی نوعیت، زبان اور ادبی قدر و قیمت کے اعتبار سے دکھنی ادب کے دلکش فن پاروں میں جگہ پانے کے قابل ہے اس کا قصہ حقیقت پسندی اور صحتمند فنکارانہ شعور کا حامل ہے۔ ویسے یہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول کہا نظم دکنی سیتی بے بدل

جو ماخذ کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن شاعر نے مقامی ماحول اور روایات سے شاعری کا آب و رنگ بھرتا چلا جاتا ہے اس میں دکھنی شاعری کے عام رجحان کے مطابق سادگی، واقعہ نگاری اور ساتھ ساتھ ماحول کی عکاسی کے بڑے دلچسپ نمونے ملتے ہیں۔ یہ جذبات نگاری، مربوط پلاٹ، کردار نگاری اور جاندار مکالموں کی بہترین مثال ہے۔ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ دوسری مثنویوں کی بہ نسبت فوق فطری عادتیں نہیں ہیں۔ ان مذکورہ بالا امور کی روشنی میں مثنوی مینا ستونتی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

کردار نگاری

مینا ستونتی کے سبھی کردار حقیقی دنیا کے کردار ہیں مینا قصہ کی ہیروئین ہے اور ہیرو ایک گوالا "لورک" ہے جس کا مخفف گوال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثنوی کا پہلا اہم کردار مینا کا ہے اور دوسرا دوتی کا۔ دوتی ایک دلالہ ہے جس نے بادشاہ کی ایما پر یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح مینا کو اس کے پاس پہنچادے گی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتی اس کے بعد جو کردار آتے ہیں وہ بادشاہ، چندا اور لورک کے ہیں۔ غواصی نے ان کرداروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے۔ ان کے تمام حرکات و سکنات، اعمال و اقوال، جذبات و احساسات ان کی نفسیاتی کیفیتیں، ذہنی الجھنیں ان کی محرومیاں ان کی ہر چیز سے قاری کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان حالات کا

قریب سے مشاہدہ کرچکا ہے اور یہ کوئی انجانے کردار نہیں ہیں۔

مثنوی کے ان کرداروں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلے حصے میں ان کرداروں کے نام آتے ہیں جن کا قصے سے تعلق ہے جیسے مینا، گوال یا لورک، چندا۔ دوتی وغیرہ اور دوسرے حصے میں وہ کردار آتے ہیں جو مینا اور دوتی کے زبانی تخلیق ہوئے ہیں جیسے سپاہی اور اس کی دو بیویاں، چور ڈاکو، پاکدامن عورت، شوہر کا بے وفا دوست وغیرہ ان کے علاوہ بھی بہت سے ذیلی کردار آتے ہیں جن کے پس منظر میں کہانی کی ہیروئین مینا ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اور ان کرداروں کے پس منظر کے بغیر مینا کا کردار زیادہ خشک سپاٹ اور بالکل غیر جاذب نظر آتا۔ دوتی کے مکرو و فریب کے پردے میں مینا کے کردار کو اتنی جلا نہ ملتی اور کہانی بے لطف اور بد مزہ رہ جاتی۔ انہیں ضمنی کرداروں کی وجہ سے ہی مینا کا کردار قاری کے ذہن پر لافانی نقش چھوڑ جاتا ہے۔

مینا ستونتی کا ہر کردار بالغ کردار ہے اور غواصی نے ہر مقام پر کردار نگاری میں جاندار فضا کو برقرار رکھا ہے۔ مینا خیر کی نمائندگی کرتی ہے تو دوتی شر کی مینا کے مقابلے میں دوتی کے کردار کو لاکر غواصی نے مینا کے کردار کو جلا بخشی ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ خیر اور شر کی دائمی کشمکش میں دلچسپی اور جاذبیت اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ خیر کے سامنے زیادہ سے زیادہ شر کی قوتیں موجود ہوں جتنی برائیاں ہوں گی اتنی ہی زیادہ خوبیاں چمکتی رہیں گی۔ اس مثنوی میں دوتی مینا کو ہر طریقہ سے بہکانا چاہتی ہے۔ اس کو عالی شان محلوں کا عیش و عشرت، دولت کے انباروں کا لالچ دلاتی ہے اس کو اپنی جوانی کی طرف متوجہ کراتی ہے۔

تو مقبول ایسی چھبیلی ہے نار   اپس کوں جلاتوں کی ہوتی ہے خوار

ابھی تیری عمر پندرہ برس کی ہے۔ یہ تو چھوٹی عمر ہے۔ خدا نے تجھے چاند جیسی صورت عطا کی جوانی بخشی اور اس جوانی کو دیکھ کر بار بار میرا جی بے قرار ہوا جارہا ہے۔ جوانی کی مثال درخت کے بہار جیسی ہے۔

جوانی سدا جھاڑ کا بھار ہے   مدن مد بھریا سانپ کا کالا ہار ہے

یہ تو تیرے کھانے پینے اور عیش کرنے کے دن ہیں لیکن تیری بد بختی یہ ہے کہ ایسے زمانے میں تو اپنے آپ کو غم کی آگ میں جلارہی ہے جس سے تیری خوبصورتی کو گہن لگ رہا ہے۔ تیری جوانی کو دیکھ کر مجھے عار آتی ہے اور میں تجھے ہر بار یہی نصیحت کررہی ہوں کہ جب تک جوانی ہے عیش کرلے یہ زمانہ گذر جانے کے بعد خوبصورتی باقی نہیں رہے گی۔ جوانی ڈھل جانے کے بعد عورت نہیں سہاتی جیسے دن ڈھل جانے کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے اسی طرح عورت کی جوانی ڈھل جانے کے بعد اس کی زندگی میں کوئی جاذبیت باقی نہیں رہ پاتی یہ وہ دن ہیں جن میں پیا کے بغیر سیج اچھی نہیں لگتی لیکن تعجب یہ کہ تنہائی میں تجھے نیند کیسے آتی ہوگی

کرے جیوا پر گھات یا تن کو زیاں   دنیا میں نہ رکھنا جوانی کوں راں

پیا بن سو کیوں سیج بھاتی تجھے   یکلیلی کوں کیوں نیند آتی تجھے

نہ رکھنا ہے دونوں کی دنیا میں للج   صبا کرنے کا کام کرنا ہے آج

اس لئے کہتی ہوں کہ یہ دو دن کی دنیا ہے اس کی للج رکھ لے کل کرنے والا کام آج ہی کرلے

پھر مینا کو اس کے ہجر کی کیفیت یاد دلاتی ہے کہ افسوس کہ تیرا یہ سنہرا رنگ ہجر کی وجہ جل گیا ہے

چھپا جا کے عقرب میں تیرا جمال   کہ جیوں چاند پہ چھایا ہے کالا ابھال

مینا کے سامنے اس کے شوہر کی برائی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ لورک تو بالکل بدمعاش اور ناقابل اعتبار ہے اور تجھ جیسی عورت کو یہ بالکل نہیں جچتا یہ تو ایسا ہے

سہا ہے نہ گوال تج لال کوں   دھتورا سہے کاں سرو ڈال کو

اور جب تو رات کو اپنی گدڑی اوڑھ کر سوتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرے میں چاند پڑا ہوا ہے۔ اس لئے میں تو یہی کہتی ہوں کہ تجھ جیسی عورت ایک گوالے کو نہیں سہاتی۔

پھر مینا کو ابھارنے اور فریب میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اے مینا میں تجھے ایک نصیحت کی بات بتاتی ہوں جس سے یہ دن رات کا ہنگامہ ٹل جائے گا اور اے نھنی تو ہمیشہ خوشیوں میں مگن مست رہے گی۔ تیرے دامن میں چاند لاکر ڈال دوں گی۔ میں تیرے لئے ایک جوہری کو لاکر جوہری روپ دکھاؤں گی میں تجھے ایک اچھے عاشق سے ملادوں گی اسے دیکھتے ہی تو پہچان جائے گی۔ تیری اس حالت کو دیکھ کر مجھے ترس آتا ہے تیری صورت دیکھتے ہی پیار ابل آتا ہے۔ یہ تیری جوانی کچھ ہی دنوں کی ہے اس لئے میں تجھے اپنے ایک یار سے ملادیتی ہوں اگر تونے میری باتوں کو مان لیا تو اپنی زندگی میں ہر گھڑی خوشیاں دامن میں بھرلے گی میری اس نصیحت پر عمل تو کرکے دیکھ میری ان باتوں کو آزماکے تو دیکھ لے

مری بات کوں تو سمجھتی ہے دند　　　اٹھی دور کی جھل تو کہتی ہے پند

اے دیوانی میں تجھے بالا کنوار سے ملانے کا انتظام کردوں گی تاکہ تو ہمیشہ ذوق و شوق کے ساتھ خوشی کی زندگی گذار دے۔ محلات میں تو خوشیوں کے ساتھ زرین لباس پہنے گی تو شہری کی طرح دکھائے دے گی۔ زرین لباس پہنے، پھول پہن کر پان کھاکر خوشبوؤں کو تن میں بسائے گی تو تیری تقدیر ہی بدل جائے گی۔ شہزادی بن کر جب تو شاہی صدر چڑھے گی اور بادشاہ تیرے نزدیک سوئے گا تو ایسا معلوم ہو گا کہ سورج کی گود چاند بیٹھا ہوا ہے۔

جو سوے گی نزدیک اس شاہ کے　　　دسے سور جیوں گود میں ماہ کے

اے مینا وہ سنہری محلات، وہ صدر شاہی، وہ مرصع تخت، وہ زرین تکیہ، وہ زرین کپڑوں کی جھلک، وہ مال و دولت اے دیوانی تو ان چیزوں کو کہاں سمجھ سکے گی تو ابھی نادان ہے اسی لئے تونے عصمت پر بھروسہ کر رکھا ہے اور ایسا کرتے ہوئے تو ہلاک ہوجائے گی اگر تونے میرا کہا مانا اور عصمت چھوڑ دیا تو تیری قسمت ہی بدل جائے گی لیکن تو تو

سینا سخت تیرا نہ جیتی ہے توں　　　ملا زہر امرت میں پیتی ہے توں

بدل گڑ گڑاوے گرجنے سیتی　　　یکیلی سینا پھٹ میرے کانپتی

پھر تجربہ کار بوڑھیوں کے تجربے بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ ان بڑوں کی عقل سے ہی دین و دنیا بنی ہے اسی طرح دنیا کا رواج چل رہا ہے میں تجھ کو ایک نصیحت کی بات بتاتی ہوں تو غصہ ور مت ہو۔ اور دنیا میں جگ ہنسائی نہ ہو۔ جب سکندر ظلمات میں پھنس گیا تھا تو اس وقت انہیں بوڑھیوں کے تجربوں سے ہی وہ باہر نکل آسکا اور دنیا کو ایک مرتبہ دیکھ پایا۔

ان کی عقل سوں نکل بھار او　　　دیکھیا کھول انکھیاں میں سنسار او

دوتی مینا کو پھر ایک مرتبہ دنیا کی حرص و ہوس کی طرف راغب کرتے ہوئے کہتی ہے کہ سچ ہے آدمی بری صحبت سے ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اچھوں کی صحبت میں رہ کر دنیا دار بن سکتا ہے۔ ابھی تونے دنیا کی کچھ ہوس نہیں دیکھی اور نہ دنیا کی لذت کا تجھے پتہ ہے۔ خدا کے اولیاء وعلماء وفقراء کو بھی دنیا کی فکر ضرور ہوتی ہے۔ انسان کو دنیا ہی سے عزت ملی ہے اور اسی دنیا سے دین و ایمان کی للج باقی ہے۔

دنیا سوں بشر کوں سدا مان ہے　　　دنیا سوں شرم دین ایمان ہے

جو آدمی بد نیت ہے وہ تو ذلیل و خوار ہو گا اور ساتھ ساتھ اس پر خدا کی مار بھی ہوگی میری نیت تو دل کی کارسازی پر ہے میں تو تیرے سرفرازی کی نیت رکھتی ہوں۔ ہم تو تجھے راج پاٹ اور حکومت دینا چاہتے ہیں اگر تونے اس کے بدلے ذلیل و خواری چنا ہے اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔

پھر مینا سے کہتی ہے کہ اگر لورک تیرے پاس لوٹ کر بھی آئے گا تو وہ اپنے ساتھ چندا کو بھی لے آئے گا اور اگر شاہزادی یہاں آئے گی تو تجھ کو داسی بنا کر رکھے گی یا تجھے گھر سے باہر نکال دے گی اس لئے کہ ایک میان میں دو تلوار ہرگز نہیں رہ سکتے۔

غرض دوتی نے مکرو فریب کے سبھی حربے آزمائے تاکہ مینا بدی کی طرف راغب ہوسکے لیکن مینا اس قدر عفت شعار ہے کہ اس کے قدم سچائی کی راہ سے نہیں ڈگمگاتے اور وہ شر کے سامنے اپنا سر جھکانے سے انکار ہی کرتی ہے۔ مینا ایک

ہندوستانی عورت ہے اور یہ عورت وفاداری میں ایک مثال قائم کرتی ہے ہندوستانی عورت کا جذبہ وفا ملاحظہ ہو۔ جب دوتی مینا کے سامنے لورک کو برا بھلا کہتی ہے تو وہ طیش میں آکر کہتی ہے کہ تو لورک کو برا بھلا مت کہہ اس لئے کہ وہ میرا خاوند ہے اور اگر تونے اس کی برائی میرے سامنے کی تو میں اس کو برداشت نہیں کر پاتی۔ جب سے وہ مجھے چھوڑ کر گیا ہے گھر میں ہجر نے اپنا مقام بنالیا ہے۔ خدا نے ہم دونوں کو میاں بیوی بنایا اور میرے لئے تو یہ لازم آتا ہے کہ اس کے قدموں کی دھول بن کر رہوں۔ ہاں اگر اس نے کوئی زیادتی کی ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے لیکن میں نے اس کی بیوی ہونے کے ناطے اس کی ساری زیادتیوں کو معاف کر دیا مجھے امید ہے کہ خدا میرے ساتھ ضرور انصاف کرے گا وہ میرا شوہر ہے اور میں اس پر اپنی جان قربان کرتی ہوں حق سے دعا ہے کہ حق اس کے جان کی حفاظت کرے۔

میں عورت ہوں اس کی وو میرا سجن سلامت رہے مرد گلشن چمن

بیوی کے سامنے اگر خاوند کو برا بھلا کہا جائے تو وہ ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتی چنانچہ جب دوتی مینا کے سامنے لورک کو برا بھلا کہتے ہوئے اس کو بدمعاش گاؤدی وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرنے لگی تو مینا کہتی ہے کہ تو میرے خاوند کو گاؤدی کہہ کر پکار رہی ہے تیری کافی عمر ہو چکی ہے اب تو بدی سے باز آ تو جس کو گاؤدی کہہ رہی ہے وہ میرا شوہر ہے

وہ تو میرا سر تاج میرا پیو اور میرا چتر راج ہے

کہ کیا بولتی توں مرے یار کوں مرے من کے آدھار دلدار کوں
برا بولتی سو کتا کیا اسے او ادمی نھنا ہر کس کوں وسے
بلاپیو کی میری پڑوتج اپر لڑو سانپ بچھو ترا جیو جگر

اگر میرے شوہر نے ابھی میرا سر طلب کیا تو میں محبت کی چھری سے اسی وقت کاٹ کر اس کے قدموں میں رکھ دوں گی اگر اس نے مجھے تار تار بھی کر دیا تو اپنی جان ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ اس پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں لورک ہی میرے لئے

بالا کنوار ہے اور اس میرے بالا کنورا پر ہزاروں بادشاہوں کو میں قربان کر دوں گی۔

ہیں مینا اور گوال سوگند ہے دہی میت میرا سجن چند ہے

دوتی نے جب مینا کو محلات کے عیش و عشرت کی باتیں بتا کر اپنے فریبی جال میں پھنسانے کی کوشش کی تو مینا نے کہا کہ اس گناہگار عورت کے موت واقع ہو جو اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے پرائے مرد پر اپنا من دھرتی ہے اگر ایسا موقع آئے جب کہ کسی غیر مرد کے سامنے گلا سنایا جائے تو ایسے موقع پر موت آجائے میں اس وقت موت کو ترجیح دوں گی۔ اگر کسی بے گانے مرد کو چہرے دکھانے کا موقع آئے تو بہتر ہے کہ اس سے پہلے یہ چہرہ مٹی میں چھپ جائے میرے پیا کے بغیر پھول بھی کانٹے نظر آتے ہیں۔

سجن بن منجے پھول کانٹے دسے او کانیاں کوں کئی لاک پھانٹے دسے
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے کوڑاتی ہے چپ آس کائی منجے
یو خوشبوی منج تن اپر خاک ہے یو زرباف دھنگڑا انچل پاک ہے

مجھے ان ساری چیزوں سے نفرت ہے جو محلات سے وابستہ ہیں میں تو ان چیزوں کے بدلے کفن کو ترجیح دوں گی۔ ان برے کاموں کے بدلے اپنے گلا خود کاٹ لینا بہتر ہے مجھے پان زہر ہے کاجل حرام اور یہ تو مجھے انگارے دکھائی دیتے ہیں مجھے مال و زر اور خوش بختی سے کیا کام ہے، مجھے بادشاہ کے تخت سے کیا لینا ہے مجھے تو نہ مال و زر ہی اچھا لگتا ہے اور نہ شاہی چمن دنیا میں بہت سے لوگوں نے مال کی طمع کی اور اس کو سمیٹنا چاہا اسی لئے وہ ذلیل و خوار ہوئے میں ان ساری چیزوں سے نفرت کرتی اور اپنی غریبی ہی میں خوش حال رہنا چاہتی ہوں۔

بھلا ہے جو قائم اچھو اپنی کھاٹ سلامت اچھو گھونگھٹری ہور تاٹ
مبارک او گوال مینا اچھو سلامت ہر ایک ٹھار جیتا اچھو

اے بڑھیا تو مجھے غیر مردوں کے ساتھ ہمبستری کی صلاح دیتی ہے اس صلاح کے ماننے کے بدلے میں موت کو ترجیح دوں گی اور میں ایسے سیج کو جلا کر مٹی میں ملا دوں گی

میں اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسروں سے رابطہ قائم کروں اس سے بہتر مجھے قبر کا بچھونا دکھائی دیتا ہے۔

بڑھیا کے صلاح و مشورے سے مینا نے اندازہ لگالیا کہ یہ میری رضاعی ماں نہیں ہے بلکہ یہ تو دوتی ہے جس کو بادشاہ نے روانہ کیا ہے اور یہ بڑھیا مجھے بدی پر مائل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اس نے دوتی سے صاف صاف کہہ دیا کہ شاید بادشاہ نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے اور تو یہاں یہ فتور پھیلا رہی ہے اے بڑھیا تیرا حال بھی ان بدکاروں کی طرح نہ ہوجائے جو دنیا کی حرص و ہوس میں خود کو ہلاک کردیا۔ اے پاگل بڑھیا میں تیرے فریب میں آنے والی نہیں ہوں بہتر ہے کہ میرا پیچھا چھوڑ دے

کہی کیا تیاتی ناپاک ذات   کہ پھر پھر دو راتی ہے اپنچ بات

میں پہلے ہی ہجر کی آگ میں جل رہی ہوں تو کیوں مجھے اور جلارہی ہے اس آگ پر تیل کیوں ڈال رہی ہے۔ پیا کے بنا پردیس بھی مجھے بھاری ہے اور اس پر تیرے باتوں کے تیر کاری چل رہے ہیں نہ میں نے ماں باپ کے ہاں سکھ چین پایا اور نہ خاوند کے گھر ہی۔ اس دنیا میں اب کوئی نہیں جس کو میں اپنا کہہ سکوں صرف پروردگار ہے، جو میرے اس سکھ دکھ میں ساتھ دے رہا ہے۔ ابھی میرے گھر میں کونپل پھوٹ رہی تھی کہ اس کو کیڑے کھاگئے اب یہ درخت کہاں سے بنے گا اور پھل پھول کہاں سے آسکتے ہیں۔ برہا کی وجہ سے خزاں آئی اور درخت کے سارے پتے جھڑ گئے۔ اگر ایسے وقت آسمان سے سورج اور چاند بھی میرے پاس آکر آزمانے کی کوشش کریں اگر کوئی صاحب جمال بھی آئے تو یہ سب میرے لورک کے سامنے بے کار ہیں۔ ان سے مجھے کوئی سروکار نہ ہوگا لورک تو میرا سرتاج ہے اور میرا اسی سے کام ہے۔

عزم و استقلال کی مورت، نیکی اور پاکدامنی کی زندہ مثال مینا کا یہ روپ قاری کے دل میں ایک بلند مقام پیدا کردیتا ہے اور عورت کا یہی وہ روپ ہے جس سے دنیا میں نیکی جاری ہے۔

کردار کو متاثر کرنے کے لئے اس کو متحرک ہونا بہت ضروری ہے اعمال کے ذریعے کردار کو اجاگر کرنے کا طریقہ نہایت موثر کن ثابت ہوتا ہے۔ مینا کے مقابلے میں دوتی کا کردار جاندار نہیں ہے۔ یہ صرف باتونی ہے۔ اپنی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے حکایات کا استعمال کرتی ہے۔ دوتی کے پاس صرف کہانیاں ہیں بہکاوے کی باتیں ہیں ان چیزوں سے ہٹ کر فعل و عمل کا اس کردار میں شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ پھر بھی اس اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ یہ شر کا نمائندہ ہے اور اسی شر کے ناتے اس کی اہمیت ہے مینا ستونتی کی کردار نگاری کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آنے والے کرداروں کی ذہنی الجھنیں، ان کی خوشیاں ان کی محرومیاں ہمارے لئے اجنبی نہیں معلوم ہوتیں اور یہی مانوسیت قاری کو حقیقت سے قریب لے آتی ہے۔

غواصی نے کردار نگاری میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جو اقوال ان کے زبانی بیان ہوئے ہیں وہ مقتضائے حال کے بالکل موافق ہیں۔ اور حفظ مراتب کا بھی خیال ہے۔

بالا کنوار بادشاہ کا کردار یوں بیان کرتا ہے

کہ ایک شہر کا تھا بڑا بادشاہ   جہانگیر عالم میں تھا شہنشاہ
سچا عادل و مہربان شہر یار   اتھا ناؤں اس کا بالا کنور
وزیراں کتیک خوب صاحب کمال   ملیکاں ہزاراں سوں تھے، محلے محال
اسے گڑ، ولایت، بہت شمار تھے   سبی خلق واں کے دینادار تھے
یوں بستی سوں معمور سب شہار تھے   جدر دیکھے صاحب تو گلزار تھے
تھا عالم خلق سب امن میں تمام   رہتے تھے ٹھنڈی چھاؤں میں خاص و عام
چتر بادشاہ خوب چھبیلا نول   اتھا خوش چمن میں سو دل کا کنول

شہزادی چندا کا کردار اور اس کے عشق کی کیفیت ملاحظہ ہو

تھی بیٹی اسے ایک صاحب جمال   اتھا ناؤں اس کا سو چندا کمال
جھلک چاند کا جوں اجالا دسے   سو گڑ چلبلی نار، دل میں بسے
سرو کے تمن نار، نازک بچھل   یو پانی اپر جیوں کھلا ہے کنول

کھڑی عشق کے آکے میدان میں رھیا نئیں طاقت دل و جان میں
سدا عشق دل میں دھرتی اتھی پچھے جان عاشق کوں جیتی اتھی
شہنشاہ کی بیٹی پچھے کے اپر کھڑی تھی، سو دیکھی اسے سربسر
کہی من میں، کی خوب سیدا ہے جان گرو راکتا کر ہوئی پشیمان
کھڑی بات میں آ، اشارات سوں دھر بلا نزک اس کوں، گوال کر
کھڑی ہو اشارات سو کہی اس سنگات کہتی ہوں تجے سر فرازی کی بات
مرا دل لگیا تج سوں، تو راج ہے تجے سرفرازی کا یو ساج ہے
کہی سن کے گوال اے جان یار کی ہوتا ہے گورو منے خوارزار
مرے پاس دھن مال ہے نی منتا تجے دیوں گی میں جتا ہے وتا
چھبیلا توں ہے جان جانی منجے لگیا جیو میرا کہتی ہوں تجے
ووے مال سارا یہاں تے ہو کے ہمیں ہور تمہیں مل کو جائیں پرلوک
کہتی ہوں، سدا سکھ سوں مل کر رہنا میں عاروس پیاری تو نوشو بنا

جب چندا کے ابھارنے پر لورک انکار کرتا ہے تو اس کی حالت پر طعنے دیتی ہے اور بالآخر حسن کے سامنے عشق دوزانو ہوجاتا ہے اور دونوں شہر سے فرار ہوجاتے ہیں غواصی نے اس کی تصویر اس طرح کھینچی ہے جو مقتضائے حال کے موافق ہے۔

یو سن بات چندا، کہی استوار اپیں ہو خدا تج کوں کرتا ہے خوار
جو کاندھے چوالا، چندوئی ہے سیر لنگے پاؤں ہور ایک لنگوٹی ہے پھیر
لنگوٹی کھٹی، ھور سڑیا گوڈرا بچھانے کوں کی، یک پھٹیا بوریا
لیا بجار کس حات میں جھانکتا بھرے جنگلے جنگل، گرور اکتا
تجے کانٹیوں کسوت بچھانا صدر ارے گاؤدی کیا توں جانے قدر
انسل چھانچھ، لنکیاں سو تج لذتاں تجے کانٹیوں خاص کیاں نعمتاں
جو کچ تیری قسمت، سو توں پائے گا ترا اود سایو، کداں جائے گا
یو سن بات لورک کہیا شہری پکڑ بات میرا کرم توں کری
توں، چندا میں لورک ہوں چاکر ترا بلا دور کروں تج اوپر جیو مرا

کئے دونوں مل اختیاری یو گھٹ لئے مال، حوروں تے نکل اوپٹ ۱

لورک بالا کنوار کے شہر کا ایک گوالا ہے، چندا اس کے مردانہ حسن پر فریفتہ ہوجاتی ہے اور اپنے فریب میں پھانس لیتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی بیوی مینا کو بھی نہیں بھول پاتا پھر بھی عورت کے طعنے اور اس کی جلی کٹی باتیں اس کے فریبی چال چلن اس کو چندا کے ساتھ جانے پر مجبور کردیتی ہیں۔

گوالے کی قلمی تصویر اور اس کے رکھ رکھاؤ وغیرہ جو اس کے موافق ہے غواصی اس طرح بیان کرتا ہے۔

تھا اس بادشاہی میں گوال ایک اسم اس کا لورک اتھا ناؤں نیک
گروبانک ایک دن او آتا اتھا شہر کی گلی میں سوجاتا اتھا ۲

چندا اس کے حسن پر فریفتہ ہوکر کہتی ہے

کہی من میں کیا خوب سیدا ہے جان گرور اکتا کر، ہوی پشیمان ۳

جب چندا نے اس کو آمادہ کرنا چاہا تو لورک اپنے حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے کہتا ہے

یو سن بات گوال تسلیم کر کہیا، منج پو کرنا کرم کی نظر
میں چاکر ہوں تیرا نظر منج پر ترا منج پوسایا سر پر چھتر
سو واجب نہیں منج کوں یوں کام سوں دیکھو چھان کر بات خوب فام سوں

لیکن جب مینا نے اپنے دل کی بات واضح الفاظ میں ظاہر کردیا تو اس نے صاف صاف بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس کی بیوی مینا ہی اس کے لئے سب کچھ ہے۔

یو سن کر کہیا، مرے گھر نار ہے او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
چھبیلی او اوتار کچ حور ہے سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے
خدا نے اسے نور ایسا دیا چتر نار خاصیاں میں اس کو کیا
نہ حاجت منجے چاند ہور سور کا مرے گھر میں شعلہ ہے کہہ طور کا

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۲ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۰۹ ۳۔ ایضاً ۱۰۹

ستارے اس انگے یوں دستے ابیں　　　کہ جیوں دیس کوں ریوئیاں لائے ہیں
اسم پاک اس کا کہوں میں ٹک ایک　　　پتی ورتا مینا سو ہے ناؤں نیک
اسے چھوڑ جانا تو واجب نہیں　　　میں کس دھات سیتی لے جاؤں تیرے تئیں
توں ہے شاہزادی ۔ سو میں ہوں گوال　　　اتا تو حرص کوں اپنے سمال
بڑے بادشاہ ہور وزیراں امیر　　　سینگے پکڑ کر کریں گے خمیر
مراکچ نہ جاگا ترا زیاں ہے　　　مری نار سوں دیکھ مرا دھیان ہے ۱

ایک گوالے کا رہن سہن کس طرح ہوتا ہے اس کا بھی نقشہ کھینچتا ہے

جو کاندھے چوالا چندوئی ہے سیر　　　لنگے پاؤں ہور ایک لنگوٹی ہے پھیر
لنگوٹی کھٹی ۔ ہور سڑیا گودڑا　　　بچھانے کوں کی ۔ ایک پھٹیا بوریا
لیا بھار کس حات میں جھانکتا　　　بھرے جنگلے جنگل ۔ گرور راکتا
انبل چھاچھ کنکیاں ، سو تج لذتاں　　　تجے کائیکوں خاص کیا نعمتاں ۲

مینا کا کردار

مینا اس مثنوی کا سب سے اہم کردار ہے اس کی خصوصیات اور اس کی پاکدامنی اور عصمت کی حفاظت کرنے اور فریب و دغا سے بچنے کا حال اوپر بیان کیا گیا یہاں اس کی قلمی تصویر غواصی کی زبان میں ملاحظہ ہو کہانی میں مینا کو پیش کرنے سے پہلے تمہیدی طور پر خود لورک کے زبانی اس تصویر کو یوں پیش کیا ہے

او سن کر کہیا مرے گھر نار ہے　　　او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
چھبیلی او اوتار کچ حور ہے　　　سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے
خدا نے اسے نور ایسا دیا　　　چتر سار خاصیاں میں اس کو کیا
نہ حاجت منجے چاند ہور سور کا　　　مرے گھر میں شعلہ ہے کہ طور کا
ستارے اس انگے یوں دستے ابیں　　　کہ جیوں دیس کوں ریوتیاں لائے ہیں

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۱　　۲۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۲

اسم پاک اس کا کہوں میں ٹک ایک　　　پتی ورتا مینا سو ہے ناؤ نیک ۱

شاعر نے بادشاہ کے زبانی بھی مینا کا نقشہ کھینچا ہے۔

سو گھر اس کے مقبول اک نار ہے　　　بہوت دن سوں اس پر مرا پیار ہے
کھڑیا تھا محل پر پڑی تھی نظر　　　انکھیاں تاب نالیا گیاں سر بسر
صورت البیلی یک دسی ہے منجے　　　دیکھیا تب سوں ، او چٹ پٹی ہے منجے
چڑے ہات میرے ، جو او ماہتاب　　　نہ نس کوں غروب ہوئے آفتاب ۲

پھر دوتی کے سامنے بادشاہ کہتا ہے

کیا ، لیا کے مینا کوں توں دے منجے　　　بہت مال بخشش کروں گا تجے
او محبوب اچپل عجب نار ہے　　　اسی پر مرا یو بڑا پیار ہے ۳

دوتی نے مینا کو ایک معمولی گوالن سمجھا اور بادشاہ سے کہا کہ اس معمولی عورت کو فریب دے کر لانا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے تو بادشاہ اس کی عصمت حیا اور خوبصورتی کو یوں سراہتا ہے۔

او سن بات شہ یوں کہیا ۔ پیر زن　　　پڑیا تھا او میرے نظر تل رتن
دیکھیا اس کے مکھ پر حیا آب تھا　　　اتا اس کے سر پاؤں لگ تاب تھا
دسیا تھا منجے خوب اس کا جمال　　　یکایک او تج حات آنا محال ۴

مینا ایک جوان عورت ہے اور اس کی جوانی کے بہار کے دن ہیں انہیں باتوں کی طرف مائل کرتے ہوئے دوتی نے اسے بدی کے لئے ابھارنا چاہا۔ انہیں باتوں سے ایک ہندوستانی جوان اور خوبصورت عورت کا تصور ابھرتا ہے۔

تری عمر پندرا برس دین کے　　　کہوں کیا ترے دیس کم سین کے
توں نھنواد چھوری تجے قام کیا　　　چندر کی صورت ہے تجے دھام کیا
جوانی سدا جھاڑ کا بھار ہے　　　مدن مدبھریا سانپ کا لھار ہے
یو ہنگام تیرا ہے آنند کا　　　جو کھانے پینے ذوق کی چھند کا ۵

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۱　۲۔ ایضاً صفحہ ۱۱۳　۳۔ ایضاً صفحہ ۱۱۳　۴۔ ایضاً ۱۱۵　۵۔ ایضاً صفحہ ۱۲۲

ہجر نے اس کا کیا حال کر رکھا ہے اس کا بیان یوں کرتا ہے

سنا روپ تیرا ، برہ ڈانک لگ　　ہوا ہے یو افسوس کی آگ لگ
کیتی بھیس میلا اپس کا زیاں　　کہ جوں چاند کوں آکے پکڑیاں گیراں
چھپیا جاکے عقرب میں تیرا جمال　　کہ جیوں چند پہ چھایا ہے کالا ابجال ۱
ہوی پت جھڑی ، برھاتے جھاڑ کی　　لگی ہو کے بارا ، تو آساڑ کی ۲

اتنا سب کچھ ہونے ، اپنے پر قیامت ٹوٹ پڑنے پر بھی وہ اپنی عصمت کو برقرار رکھنے پر آمادہ ہے اور بدی کے بجائے موت کو ترجیح دیتی ہے ۔ وہ تہذیب و اخلاق کا مجسمہ ہے ۔ کمسن ہونے کے باوجود خاوند کی وفادار ہے اور یہ جذبہ وفا اس کو ست پر قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے ۔ اس کی بہت سی مثالیں مینا کے خیر کی نمائندگی کرنے پر بیان کی گئیں ۔

مینا کا کردار زیادہ جاذب نظر اور قابل توجہ ہے مینا اپنے نفسیاتی کیفیت اور عشق کے جذبات پر قابو رکھتی ہے اور یہی وہ خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے وہ مثنوی میں سب سے اہم کردار مانی جاتی ہے ۔

غواصی نے انہیں کرداروں کے پردے میں مسلم معاشرے کی مذہبی روایات و عقائد کو پیش کیا ہے ۔ مثنوی میں جتنے کرداروں کے نام آتے ہیں وہ ہندوؤں کے ہیں لیکن عقائد سارے مسلمانوں کے ، نیکی بدی ، جزا و سزا سب کچھ مسلمانوں کے معاشرے کے مطابق نظر آتے ہیں اس لئے کہ شاید مسلمانوں کے روایات و تہذیب و تمدن نے ہندو معاشرے پر اپنا پورا اثر چھوڑا ہے

مینا کے زبانی اسلامی روایات و عقائد کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

خدا نے کیا ہم کوں عورت مرد　　تو ہونا ہمیں اس کے پگ کی گرد
جو کچ ان کیا سو اسے ماف ہے　　الہی کے نزدیک انصاف ہے
میرے پیو اپر جیو یو قربان ہے　　اچھے جان اسے حق کا آمان ہے

۱۔ ایضاً صفحہ ۱۳۶ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۳۵

ہمن تے برا کچ ذرا کام ہوے　　دونوں جگ میں او نار بدنام ہے
اسی نار کارموں سو کالا ہے　　سو شیطان کے کاموں کا جالا ہے
اسے نہیں ہے جاگا کسی ٹھار میں　　پڑے گی او عورت ، بڑے غار میں
خدا کا اسے نیں ہے دیداروان　　کرے گا اسے کیوں خدا یاد واں
او سبحان مرداں کو دیتا شرف　　لکھیا ہے برا عورتاں کا حرف ۱
تمن کی مناجات اول قبول　　ہے خوشنود اس پر خدا کا رسول
تو ہنگام کہتی تجے فام کیا　　اچھے نیک بی بیاں تو ہنگام کیا ۲
بندیا بہشت شداد دنیا منے　　بے حد مال خرچیا چلیا دیکھنے ۳
سٹیا پاؤں دہلیز میں ناپکار　　لیا جیو اس کا سو پروردگار
او قارون اسی واسطے غرق ہے　　جو ہاماں کو غیب کا چرخ ہے
ستی ہندواں کے جلے ایک دن　　ہماری عمر ساری ، جلنا کٹھن ۴
توکل رکھی ہوں میں رحمان پر　　وہی دینہارا ہے ست کا اجر
کہ قرب ہے مال ہور جان کا　　منجے قرب ہے پاک رحمن کا
مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا　　منجے پشت ہے اپنے ایمان کا ۵

ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج ہے اس کا تذکرہ بھی کرتی ہے

اگر آوے چندا کروں پیلا دھم　　مبارک مرے پیو پہ لاکھاں حرم ۶
دیئے اسمعیل سیں ، کعبے بدل　　مری شرم ہے زیب کعبہ کچھل ۷
کتی تھی تلک اس میں قادر قدیر　　نظر جو کرم کی کیا دستگیر ۸
بچاتا ہے او آپ پروردگار　　ستر مادراں نے اسے لاک پیار ۹
انھی ناؤں لے کر اللہ کا سکی　　برا نامرد لگر او ٹھگی ۱۰
عملوں چپ کنے آکے بیٹھی سکی　　توکل سدا اپنا خدا پر رکھی
سٹی پاؤں پر بات جب آہ مار　　لیا جیو اس کا سو پروردگار ۱۱

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۱ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۴۳ ۳۔ ایضاً صفحہ ۱۳۵ ۴۔ ایضاً صفحہ ۱۳۶ ۵۔ ایضاً صفحہ ۱۳۷ ۶۔ ایضاً صفحہ ۱۳۵ ۷۔ ایضاً صفحہ ۱۴۹ ۸۔ ایضاً صفحہ ۱۵۰ ۹۔ ایضاً صفحہ ۱۵۲ ۱۰۔ ایضاً صفحہ ۱۵۳ ۱۱۔ ایضاً صفحہ ۱۵۰

جسے جو ملانے کوں آتا کریم　　تو اس دھات سوں لا ملاتا رحیم
میں اس تے مناجات کرتی ہوں آج　　ملے گا او لورک مرا رای راج ۱
رکھے شرم جس کا او ذوالجلال　　سکے ظلم کرنے کوں کس کا مجال ۲
اول نیک کا دودھ اس کو پلائیں　　دوجا دیک اشراف کے سنگ لائیں
ہے تسرا سکانا اسے حق کی بات　　بھی چوتھا اچانا ادب کے سنگات
برانے مرد پر جو کرتی نظر　　اسی کام تے جائے دوزخ بھتر
دنیا میں برا نیں ہے کچ اتے کام　　جو کٹنی ہے حرامی سو کتی حرام ۳
کہی پھر کو اسے دوزخی نارتوں　　جنم اس عمل میں گرفتار توں
خدا تج سے راضی، نہ راضی رسول　　جیتے جیو دوزخ کری توں قبول ۴
کیا اپنی بیٹی کوں ان سنگسار　　منڈاسیں دوتی کوں بھایا بھار
گدھے پر اسے سار کر شہار میں　　پھرایا ہر ایک ٹھار بازار میں
عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے　　کھلے پھول مینا کے آدھار کے
پریا اس مینا کی او ذوالجلال　　دیکھت ست ملا کر او کیتا نہال ۵

مینا ستونتی کے اہم کرداروں کا جائزہ لینے کے بعد دوسرے حصے کے ان کرداروں کا جائزہ لیا جائے گا جو مینا اور دوتی کے زبانی تخلیق ہوئے ہیں۔ دوتی سے تخلیق ہونے والے کردار بھکارن، سوکنیں اور بدخصلت عورت ہے اور مینا کے زبانی تخلیق ہونے والے ذیلی کرداروں میں تین دوست باعصمت حسینہ اور فراق زدہ ستونتی کے کراد آتے ہیں۔

بھکارن کا کردار

کسی بادشاہ نے ایک فقیر عورت کو اپنے محل میں لایا اور اس کو دنیا بھر کی نعمتیں عطا کیں لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور تھی اور دن میں ایک مرتبہ روٹیاں جمع کرتی اور

۱۔ ایضا صفحہ ۱۶۳　۲۔ ایضا صفحہ ۱۶۰　۳۔ ایضا صفحہ ۱۶۲　۴۔ ایضا ۱۶۳　۵ ایضا صفحہ

طاق میں رکھ دیا کرتی اور طاق کے آگے بھکارن کی طرح کھڑے ہوکر روٹیاں مانگتی دن میں اک مرتبہ جب تک وہ یہ کام نہ کرتی تھی اس کو چین نہیں آتا تھا۔

سوکنیں

ایک سپاہی کی دو بیویاں تھیں پہلی بیوی بالائی منزل میں رہتی اور چھوٹی بیوی نچلی منزل میں۔ سپاہی کا کام رات میں پہرہ دینا تھا۔ ایک دن چور موقع پاکر سپاہی کے گھر میں گھس گیا اور آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں پر چڑھنے کی آواز سن کر چھوٹی بیوی نیند سے بیدار ہوئی اور اس کے قدموں سے لپٹ گئی تاکہ اوپر نہ جاسکے۔ اسی دوران پہلی بیوی کی نیند بیدار ہوئی اور شوہر پر اپنا حق جتاتے ہوئے سر کے بال پکڑ لئے اور اوپر کی طرف کھینچنے لگی۔ دونوں نے اپنی طاقت کے ساتھ ساتھ زبان آزمائی بھی کی۔ دونوں نے حقیقت جانے بغیر اپنا اپنا شوہر سمجھ کر اوپر نیچے کھینچتے رہے اور چور بغیر کسی چوں وچرا کے یہ سزا سہتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور سپاہی رات کا پہرہ دے کر واپس آیا تو اس کو دیکھ دونوں شرم سے پانی پانی ہوگئیں سپاہی نے چور کی مشکیں کسیں اور بادشاہ کے روبرو حاضر کیا۔ بادشاہ نے اس کو قتل کی سزا سنائی لیکن چور نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مجھے اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے اس لئے مجھے معاف کردیا جائے اگر آئندہ میں نے کبھی چوری کی تو مجھے دو بیویوں والا شوہر بنا دیجئے۔ چور نے جب ساری بپتا سنائی تو بادشاہ اور سارے درباری ہنستے ہنستے لوٹ گئے اور چور کو رہا کردیا سوکن چاہے وہ حقیقی بہن ہی کیوں نہ ہو وہ زہریلی ناگن بن جاتی ہے کیونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔

بدخصلت عورت

کسی شہر میں ایک عورت رہتی تھی۔ اس کے حسن وشباب پر کسی غیر مرد کی نظر پڑتے ہی دوتی کے ذریعہ پیغام بھیجا لیکن اس نے نامنظور کیا۔ ایک دن جب اس

عورت نے اپنے خاوند کے ساتھ کسی غیر عورت کو دیکھا تو اس نے دل میں یہ ٹھان لیا کہ میں بھی غیر مرد سے رابطہ قائم کرلوں گی چنانچہ اس نے دوتی کے ذریعہ اپنی پسند کا پیغام روانہ کیا۔ دوتی اس مرد کے پاس گئی اور یہ خوشخبری سنائی تو اس مرد نے جواب دیا کہ اب اس عورت کے لئے میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے پھول باسی ہوجانے پر سر میں نہیں پہنے جاتے ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اب وہ وقت ٹل چکا ہے میں اس کو اپنانا نہیں چاہتا۔

تین دوست

کسی شہر میں تین دوست رہتے تھے۔ ایک مرتبہ تینوں مل کر سفر کر رہے تھے۔ جنگل میں گذر ہورہا تھا راستے میں انہیں سونے کی دو اینٹیں ملیں آدمی تین تھے اور اینٹیں دو۔ تینوں نے اس کو اٹھایا اور قریب کے ایک کنویں کے پاس پہنچے کہ آپس میں تقسیم کرلیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ دوست تم قریب کے شہر میں جاکر کھانے پینے کی چیزیں لے آو پھر آپس میں یہ سونا بانٹ لیں گے۔ دوست نے جو کھانے پینے کی چیزیں لینے گیا تھا اس نے سوچا کہ اس غذا میں زہر ملادوں تو دونوں ختم ہوجائیں گے اور سارا سونا میرا ہوجائے گا ادھر دونوں نے یہ طے کیا کہ اس کے واپس آتے ہی اس کا کام تمام کردیں گے پھر آپس میں سونا بانٹ لیں گے دوست کے واپس آتے ہی دونوں نے اس کا کام تمام کردیا اور دوست کے لائے ہوئے کھانے کو اطمینان سے کھانے لگے کھانے میں زہر تھا تو یہ دونوں اس کھانا کھانے کی وجہ ہلاک ہوگئے۔

باعصمت حسینہ

کسی حسینہ کا شوہر لشکری تھا۔ جب کسی ضرورت پر اس نے سفر کا ارادہ کیا تو اس نے اپنا سارا گھر بار اپنے ایک دوست کو جس پر اس کو پورا اعتماد تھا حوالے کیا اور بیوی کو یہ ہدایت دی کہ اس کے دوست کو حقیقی بھائی سمجھے اور اسی طرح اس کی خدمت

کرتی رہی۔ لشکری کے سفر پر روانہ ہونے کے بعد کئی دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک دن لشکری کے دوست نے حسینہ سے کہا کہ اس کا دل اس پر آگیا ہے لیکن حسینہ نے اس بات سے دوست کو باز رکھا۔ چند دنوں کے وقفے کے بعد حسینہ کو بہلا پھسلا کر چمن کی سیر کے بہانے گھر سے باہر لے گیا۔ اور جنگل میں لے جانے کے بعد اس کو دھمکی دی کہ اگر وہ اس کی بات نہ مانے اور اس کے ساتھ اپنی من مانی نہ کرنے دے تو اس کو قتل کردے گا۔ اچانک ایک تاجر کے قافلے کے آجانے سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تاجر نے اس عورت کا حال چال پوچھا۔ اس تاجر کی کوئی اولاد نہ تھی تو اس تاجر نے اس کو اپنی بیٹی بنالیا اور اپنے ساتھ ڈولی میں بٹھا کر اپنے شہر روانہ ہوا اور سارا تفصیلی حال بیوی سے بیان کرنے کے بعد گھر میں رکھ لیا چند دنوں بعد اتفاقاً تاجر کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو تاجر کی بیوی نے بچے کی دیکھ بھال اور پرورش کی ذمہ داری اس عورت کے سپرد کردی۔ اس تاجر کے گھر میں ایک غلام تھا اس نے غمزدہ حسینہ کا حال چال دیکھ کر اس کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی لیکن اس نے انکار کیا۔ ایک رات جب وہ تاجر کے بچے کو اپنی آغوش میں لئے سورہی تھی تو اس کے کمرے میں چپکے سے داخل ہوا اور چپکے سے بچے کا پیٹ چاک کردیا اور عورت کے ہاتھوں کو خون سے آلودہ کرکے خاموشی اختیار کرلی اور انجان بنا رہا جب اس واقعہ کا علم تاجر کو ہوا تو اس کو یقین نہ آیا کہ یہ کام اس مصیبت زدہ عورت نے کیا ہو تاہم اس نے کچھ روپیہ پیسہ دے کر گھر سے نکال دیا۔

یہ مصیبت زدہ عورت روتی پیٹتی وہاں سے جارہی تھی تو راستے میں اس نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کو چوری کے الزام میں گرفتار کرکے قتل کرنے لے جارہے تھے اس عورت نے اپنے پاس کا مال و زر دے کر چور کو بری کرادیا۔ اس نے احسان کا شکریہ ادا کیا اور اسی کی خدمت میں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ایک رات اس نے بھی حسینہ کو ورغلانے کی کوشش کی تو حسینہ وہاں سے اٹھ کر کسی خالی دوکان میں جاکر سورہی۔ صبح وہی چور اس کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچا جہاں وہ حسینہ تھی اس نے شور مچانا شروع کیا کہ یہ میری زرخرید لونڈی ہے جو فرار ہوکر یہاں آئی ہے پھر اس نے

اس حسینہ کو ایک تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

سوداگر جب سارا مال و اسباب خرید کر جہاز پر روانہ ہوا تو حسینہ نے سوچا کہ اب تو میری ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ اب میں زر خرید لونڈی ہو گئی۔ جب سوداگر نے رات کو اس کے پاؤں دابنے کے لئے کہا جب وہ اس کے قریب پہنچی تو سوداگر کی روح اچانک پرواز کر گئی۔ صبح حسینہ نے دیکھا کہ جہاز کے باقی افراد بھی موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور جہاز سمندر کے کنارے ساحل پر لگ چکا ہے۔ اس نے مردوں کا لباس پہنا اور جہاز کا سارا سامان لے کر شہر پہنچی۔ وہاں اس نے ایک محل تعمیر کروایا اور چین کی زندگی بسر کرنے لگی۔ اس حسینہ کے عصمت شعاری، تقدس اور روحانی پاکیزگی کی وجہ سے آنکھوں میں ایسی طاقت پیدا ہوئی کہ وہ کسی بھی مریض کو ایک مرتبہ دیکھ لیتی تو وہ شفا پا جاتا اور اس کرامت کا دور دور تک چرچا ہوا۔

ایک عرصہ کے بعد جب اس حسینہ کا شوہر (لشکری) اپنے گھر واپس لوٹا تو اس کے دوست کو کوڑھ میں مبتلا پایا اس دوست نے حسینہ پر الزام لگایا کہ وہ اس حالت کو دیکھ کر کہیں چلی گئی لشکری نے اس ماجرے کو سن کر بہت افسوس کیا اور دوست سے کہا کہ واپسی پر اس نے ایک شہر میں تاجر کی کرامت کا چرچا سنا ہے چنانچہ لشکری اپنے کوڑھی دوست کو ڈولی میں بٹھا کر اس تاجر کے شہر کی طرف چل پڑا راستے میں وہ چور اور غلام بھی ملے جنہوں نے حسینہ کے ساتھ دغا بازی کی تھی اور وہ بھی کسی مرض میں مبتلا تھے لشکری نے ان کو بھی ساتھ لیا اور اس شہر میں جا پہنچا جہاں سوداگر کی کرامتوں کا تذکرہ سنا تھا چنانچہ اس نے یہ ڈولیاں محل کے سامنے اتاریں حسینہ نے ان ڈولیوں کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ کون ہیں اپنے شوہر کی موجودگی میں ان بیماریوں کے اصل وجوہات بیان کرنے کے لئے کہا اور یہ شرط لگائی کہ جب تک وہ صاف صاف خود اس کا سبب نہیں بتائیں گے ان کے علاج ناممکن ہیں اگر انہوں نے اس میں کچھ غلط بیانی یا جھوٹ سے کام لیا تو وہ اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کوڑھی غلام اور چور نے ساری تفصیلات سچ سچ بتائیں اور اپنے اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا اس نے ان تینوں کو شفا بخش آنکھوں کی جھلک دکھائی اور یہ تینوں صحت یاب ہوئے پھر عورت نے اپنا اصل لباس پہنا اور لشکری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی پھر اس نے ساری بپتا سنائی لشکری نے اپنی بیوی کو پہچان لیا اور دونوں نے ان تینوں مجرموں کو آزاد کر دیا اور از سر نو نئی زندگی کا خوشی خوشی آغاز کیا۔

فراق زدہ ستونتی

کسی شہر میں ایک ستونت عورت تھی جس پر مینا ہی کی طرح مصیبت کی گھڑیاں گذر رہی تھیں یعنی اس کا شوہر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس شہر کا بادشاہ نصوح نے اس ستونت عورت کے پاس دوتی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ اس کو آمادہ کر کے محل میں لے آئے۔ دوتی جب اس ستونت عورت کے پاس پہنچی تو اس نے دیکھا کہ وہ عورت زار و قطار رو رہی ہے بادشاہ سے واپس آکر دوتی نے بیان کیا کہ وہ تو پاگلوں کی طرح زار و قطار روتی ہی رہتی ہے میں اس کو کیا سمجھاؤں۔ نصوح نے دوتی سے کہا کہ بزور ہی سہی اس کو لے آو ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ دوتی جب دوسری مرتبہ اس کے گھر پہنچی تو اس ستونت عورت کی روح پرواز کر چکی تھی۔ دوتی نے یہ حال نصوح کے سامنے بیان کیا تو نصوح کو بھی ہٹ پیدا ہو گئی وہ بڑا ضدی تھا اس نے لاش منگوا بھیجا۔ لیکن غیب کی آواز نے اس کو بروقت متنبہ کر دیا اور بادشاہ نصوح نے نادم ہو کر دل میں توبہ کر لی۔

غواصی نے مثنوی مینا ستونتی میں کردار نگاری کے سلسلے میں شاعرانہ مبالغہ سے بھی کام لیا ہے مثلاً باعصمت حسینہ کی شفا بخش آنکھیں اور بدنیتی اور بداعمالی کی وجہ سے شوہر کے باوفا دوست و چور کا کوڑھ میں مبتلا ہونا پھر باعصمت حسینہ کی نظر مبارک سے تندرست ہو کر اصلی حالت میں واپس آنا یہ باتیں غیر فطری معلوم ہوتی ہیں لیکن اتنی سی باتیں یا اتنا سا مبالغہ داستان گوئی میں جائز قرار دیا جاسکتا ہے غرض اس مثنوی کے سارے کردار حقیقی اور بالغ کردار ہیں اپنی اپنی خاص انفرادی خصوصیات اور

نفسیاتی کیفیتوں کی وجہ سے جانے پہچانے لگتے ہیں۔ دنیاوی حرص و ہوس مال و زر کی تمنا، جنسی ہوس، دھوکہ دہی، دنیاوی لذتوں سے محبت، سوکنوں کی رقابت چوری ڈاکہ زنی اور اس کے ساتھ ساتھ نیکی اور بدی کی دائمی کشمکش یہ ساری خصوصیات ایسی ہیں جن کا فرضی دنیا سے بہت کم تعلق ہوتا ہے۔

واقعہ نگاری

واقعہ نگاری میں غواصی کو کمال حاصل ہے۔ مثنوی مینا ستونتی میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ایک دوسرے سے ربط و تسلسل رکھتے ہیں درمیان میں کہیں بھی ان واقعات کی کڑیاں ٹوٹتی نظر نہیں آتیں مثنوی میں بھی کوئی قصہ یا کہانی ہوتی ہے تو اس کے لئے پلاٹ بھی ضروری ہے اس مثنوی میں بھی اعلیٰ اور ادنیٰ طبقے کی نمائندگی کی گئی ہے اس میں زندگی کی پرچھائیاں بھی ملتی ہیں اور تعمیری پہلو بھی کہانی کے ذریعہ مثنوی نگار اخلاق کا درس دیتا ہے اور نیکی و عفت کی حفاظت اس مثنوی کا مقصد ہے مثنوی کے پلاٹ میں کسی قسم کا جھول نظر نہیں آتا۔ مثنوی میں غواصی نے ابتدائی واقعات کو بیان کرنے کے بعد مرکزی کرداروں کو پیش کرتا ہے اور یہ مرکزی کردار مینا اور دوتی خیر و شر کی نمائندگی کرتے ہوئے ذیلی حکایات پیش کرتے ہیں۔ جن کو وہ بڑے ماہر فن کی طرح تسلسل کے ساتھ پیش کرتا چلا جاتا ہے ان حکایات اور واقعات کے بیان کرنے میں صرف مسرت زائی نہیں بلکہ اقدار حیات کی بہترین عکاسی بھی کی گئی ہے۔ اس کا مقصد اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنا اور عورت کی عفت و عصمت کی اعلیٰ اقدار اور پاکدامنی کی سچی اور لافانی داستان بیان کی گئی ہے جو قاری کے دل پر گہرا اثر ثبت کرجاتی ہے اس مثنوی کا پلاٹ مینا کے گرد گھومتا ہے اگر ایک آدھ واقعہ یا حکایت کو درمیان سے نکال بھی دیا جائے تو تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا

واقعہ نگاری کے اسلوب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

جب چندا لورک کے ساتھ فرار ہوجاتی ہے اور بادشاہ خود مینا کے حسن پر فریفتہ ہے تو وہ اپنے درباریوں سے کہتا ہے۔

کہیا اپنے لوگاں کوں موں کھول بات — گیا چوری کر چور گوال ذات
سو گھر اس کے مقبول یک نار ہے — بھوت دن سوں اس پر مرا پیار ہے
کھڑیا تھا محل پر پڑی تھی نظر — انکھیاں تاب نالیا گیاں سر بسر
صورت البیلی یک دسی ہے منجے — دیکھیا جب سوں اور چٹ پٹی ہے منجے
چڑے ہات میرے تو او ماہتاب — نہ نس کوں غروب ہووے او آفتاب ۱

پھر مینا کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ایک دوتی کی فرمائش کی

کیا خبرداروں کوئی کٹنی کوں لیاؤ — ڈھنڈو جا کے یک خوب کٹنی کوں پاؤ
لے کر آ شہنشاہ کوں تسلیم والے — بہت پیار سوں تخت نزک بلائے ۲

ان واقعات کو بیان کرنے میں اس نے دلچسپی بھی برقرار رکھی ہے اور اس میں طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ ڈرامائی عنصر بھی شامل ہے مثلاً جب دوتی مینا کے سامنے سوکنوں کی رقابت والی حکایت پیش کرتی ہے تو وہاں ایک جگہ اس ڈرامائی عنصر کو پیش کرتا ہے۔

ادھی رات چوری کرے وقت پر — بیٹھیا چور ایک اس سپاہی کے گھر
سیڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل — بجیاں پاڑاں سب بنیادی سو ہل
سوتی تھی مہاڑی تلے جو سندر — اٹھی تڑبڑاتی سنگل دیک کر
کہی مرد جاتا ہے سوکن کے پاس — پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سر اس
بڑی کا جو آواز یو کان میں — پڑیا سو چلی دوڑ سیڑی کنے
چلا بات بالاں کے تیں کھینچ بھر — لگی کھینچنے مرد اپنا لگر
اوپر سو کہی، سن یو سوکن میری — بتے دن رکھی، کیا نظر تیں بھری
کتے دن پچھیں آج کیتا کرم — اپر آنے دے چھوڑ ای بے شرم
نھنی بولتی، داس نہ چھوڑوں اتال — اپر جائے تو پاؤں توڑوں اتال
تلیں ہورا پرسوں لگیا کھینچنے — آیا چور کا جیو ہوشاں منے
خدا کی نہ پاڑے ایسے بند میں — پڑیا چور جوں دوی کی دند میں

۱؎ مینا ستونتی ص ۱۱۱ ، ۲؎ ایضاً ص ۱۱۲

دیتیاں چور کو سخت آزاراو　　ہوا چوری کرنے تے بیزار او
دوناریاں کا اوز ، شیینے تے پھر　　تلک آیا پیس اپنے مندھیر
دیکھیاں سوگیاں نحاس بے آب ہو　　پڑیا چور روئیں سخت بے تاب ہوا

اسی طرح مثنوی کے اختتامی حصہ میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ مینا کو دوتی جب رام نہ کرسکی اور اپنی ہار مان کر بادشاہ کے پاس آئی اور یہ اقرار کیا کہ وہ تو ہاتھ آنے والی نہیں ہے ۔ تو بادشاہ نے مینا کے گھر میں ایک کونے میں چھپ کر مینا اور دوتی کی ساری باتیں سنیں اور ڈرامائی انداز میں باہر نکل آیا اور مینا سے بہت معذرت کی اور معافی کا خواستگار ہوا ۔

سنی بات دوتی چلی ہار مان　　اچنبا ہوا اس کے باتاں دیوان
دیکھیا شاہ تدبیر چلتا نہیں　　چھپے ٹھارتے اونکل بھار وائیں
دونوں بات سے شاہ تسلیم کر　　کیا ، توں مری ماں ، ترا ہوں پسر
کیا اے سکی میں ہوں فرزند ترا　　بخش توں جو کچھ ہے سو تقصیر مرا۲

غواصی نے واقعہ نگاری میں کمال دکھایا ہے ۔ اگر ان واقعات کے پیش کرنے میں بادشاہ کا کردار شامل نہ ہوتا تو واقعات میں بہت کچھ تبدیلی آجاتی اور خیر و شر کا یہ سلسلہ قائم رہتا ۔ بادشاہ کو بہت دیر بعد پتہ چلا کہ مینا وفاشعار ہے اور وہ خود ہوس کا غلام ہے اسی شرمندگی نے اسے بات پر مجبور کیا کہ وہ چندا اور لورک کو تلاش کروائے اور انہیں قرار واقعی سزائیں دے ۔ ساری مثنوی میں غواصی نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ پلاٹ میں کہیں تبدیلی نہ آئے اور واقعات کے بیان کرنے میں کہیں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے یا اس کے پیش کرنے میں بوریت نہ ہو ۔ اسی لئے قاری کے دل میں اس مثنوی کے مطالعہ میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور اپنا اخلاقی درس ختم کرنے کے بعد وہ مثنوی کو ختم کردیتا ہے ۔

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۴۰۔۱۴۱ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۴۳

مکالمہ نگاری

مثنوی میں شاعر سارے حالات کو بزبان قلم بیان کرتا چلا جاتا ہے ۔ یہاں مکالمہ نگاری کی عموماً کوئی ضرورت نہیں پڑتی ۔ واقعہ نگاری کے روپ میں ساری باتیں خود بخود بیان ہوجاتی ہیں لیکن مثنوی مینا ستونتی میں مکالمہ نگاری کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں مکالموں کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ آسان زبان میں ہوں ان میں آمد اور برجستگی ہو جس کردار کے زبان سے مکالمے ادا ہوتے ہوں اس کی فطرت اور سرشست کے آئینہ دار ہوں ۔ مکالموں میں سادگی اور برجستگی پیدا کرنا آسان کام نہیں لیکن غواصی نے ایسے بہترین مکالمے مثنوی میں پیش کئے ہیں چند مثالیں دیکھئے ۔

شہزادی چندا جب پہلی بار گوال کو دیکھتی ہے تو وہ اس کے مردانہ حسن پر فریفتہ ہوجاتی ہے اور اس طرح اپنے عشق کا اظہار کرتی ہے ۔

کھڑی باٹ میں آ ، اشارات سوں دھر　　بلای نزک اس کوں گوال کر
کھڑی ہو اشارات سو کئی اس سنگات　　کتی ہوں تجھے سرفرازی کی بات
مرا دل لگیا سوں ، توراج ہے　　تجھے سرفرازی کا یو ساج ہے ۱

چندا کی باتوں کو سن کر لورک نے یوں جواب دیا

یو سن بات گوال ، تسلیم کر　　کھیا ، منج پو کرنا کرم کی نظر
میں چاکر ہوں تیرا ، نظر منج اپر　　ترا منج پوسایا ہے سر پر چھتر
سو واجب نہیں منج کوں یوں کام سوں　　دیکھو چھان کر بات خوب فام سوں ۲

لورک کی باتوں کا چندا نے اس طرح جواب دیا کہ میرے پاس دھن دولت خوبصورتی اور جوانی سب کچھ موجود ہے ۔ تو ان جانوروں کے ساتھ کیوں ذلیل و خوار زندگی بسر کررہا ہے چل کہیں دور چلیں مل کر عیش کریں ۔

کہی سن کو ، گوال اے جان یار　　کی ہوتا ہے ، گوروں منے خوار زار

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۰۹ ۲۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۱۰۔۱۱۱

مرے پاس دھن مال ہے لئی متا   تجھے دیوں گی میں ، جتا ہے وتا
چھبیلا توں ہے جان ، جانی منجے   لگیا جیو میرا ، کتی ہوں تجھے
ودے مال سارا ، یہاں تے ہوک   ہمیں اور تمیں مل کو جائیں پر لوک
کتیں ہوں ، سدا سکھ سوں مل کر رہنا   میں عارد س پیاری ، توں نوشو بنا

شہزادی کی ان باتوں کو سن کر لورک نے چندا کو صاف صاف بتادیا کہ بچپن میں اس کی شادی ہوچکی ہے اس کی بیوی کا نام مینا ہے جو نہ صرف باعصمت اور شوہر کی وفادار بیوی ہے بلکہ بڑی حسین و جمیل بھی ہے۔

یو سن کر کھیا ، میرے گھر نار ہے   او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
چھبیلی او اوتار کچ حور ہے   سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے
خدا نے اسے نور ایسا دیا   چتر سار خاصیاں میں اس کوں کیا
اسم پاک اس کا کہوں میں تک ایک   پتی ورتا ، مینا سو ہے ناؤں نیک

لورک اور چندا کی گفتگو کے دوران غواصی نے جگہ جگہ اپنے کمال فن کے بڑے خوبصورت نمونے پیش کئے ہیں۔ چندا کی زبانی دیہاتی گوالے کا لباس ، رہن سہن اس کا ماحول ، اس کے عادات و اطوار کی کامیاب تصویریں کھینچی ہیں۔

مثنوی مینا ستونتی میں اہم مکالمے صرف دو کرداروں میں ملتے ہیں مینا اور دوتی کے۔ یہ منظوم مکالمے نہایت فطری اور برجستہ انداز میں پیش کئے گئے ہیں یہ مکالمے اس قدر دلچسپ اور مدلل ہیں کہ مثنوی کا قاری ، اس سے کہیں اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ اس کے برعکس اس سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوتا ہے دوتی کے مکالمے ہر وقت ترغیب و تحریص سے پر ہیں جن میں غواصی نے زندگی کے حقیقی تجربات کو انسانی جذبات کی وقعت ، زندگی کے مادی اور جسمانی آسائشوں کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ جو دوتی کے مکروفریب کے بنیادی مقصد کے باوجود کہیں بے جان نہیں معلوم ہوتے۔ تو دوسری طرف مینا دوتی کے جواب میں ایسے مکالمے پیش کرتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے ، اس کی ہر چیز ، اس کے شوہر کی امانت ہے۔ غواصی نے ان دونوں کے مکالموں کے ذریعے زندگی کی مادی اور روحانی اقدار کا ایک دلچسپ ٹکراؤ پیدا کیا ہے اور یہ ٹکراؤ جس میں دونوں خیر و شر کی قوتیں اپنی اپنی جگہ پر اٹل قائم ہیں اور یہی زندگی کا بہت بڑا المیہ ہے اور ہمیشہ سے یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر طاقت چاہے وہ شر کی ہو یا خیر کی ایک دوسرے پر پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوتی ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں غواصی نے مینا ستونتی کے قصے میں اعلیٰ ادب کی جھلک پیدا کرنے کی بڑی کامیاب کوشش کی ہے اور کامیاب نظر آتا ہے۔

دوتی کی گفتگو کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

دنیا کی ہوس کچ نہ دیکھی ہے توں   دنیا کی لذت کچ نہ چاکی ہے توں
خدا کے دلیاں ، عالماں ہو رفقیر   اونن کوں بی دنیا کی آتی فکیر
دنیا سوں بشرکوں سدا مان ہے   دنیا سوں شرم ، دھرم ایمان ہے[1]
توں ست کوں پتیا کر نکو ہو ہلاک   پوست ڈال دے بھوت پاوگے گی بھاگ
سینا سخت ترا نہ جیتی ہے توں   بلا زہرا امرت میں پیتی ہے توں
بدل گڑ گڑا دے گرجنے میتی   بکیلی سینا پھٹ مرے کانپتی
مرا آس برلا چنچل گن بھری   جوانی چلی باؤ ہو صرصری
جوانی کی کوئی قند پایا نہیں   جوانی گئے پر سہایا نہیں
کتے ہیں جوانی گئے پر اوتار   کہ جیوں دین ڈھل جا پڑے اندکار[2]

دوتی کی ان باتوں کا جواب مینا نے اس طرح دیا

اگر سور اسماں تے آئے گا   اگر چاند آ منج کوں ازمائے گا
اگر کئی ملک ہوئے صاحب جمال   اگر کوئی مقبول ہوئے جگ اجال
تو لورک سے ایلاڑ ہیں سب تمام   او سرتاج میرا منجے اس سوں کام[3]
پر ای سیج میں جا اپس کوں سلاؤں   سو او سیج ماٹی میں کیوں نہ ملاؤں
دوجے تھے بھلا موت آنا منجے   بھلا ہے قبر کا بچھانا منجے[4]
مرے ست کے دریا کا کالورک غواص   نے لے سے کئی اس باج موتیاں کی راس

۱۔ مثنوی مینا ستونتی صفحہ ۱۳۹ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۳۱ ۳۔ ایضاً صفحہ ۱۳۵ ۴۔ ایضاً ۱۳۶

پرت کا مرے دھن یو بیٹھیا ہے ناگ   سکے کون لینے کوں تن میں ہے آگ ا

یہ مکالمے دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ کہانی کو آگے بڑھانے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ غواصی نے اپنے شاعرانہ کمال سے ایسی فضا پیدا کردی ہے جس سے تصنع یا آورد کا شبہ تک پیدا نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس سے ناظر دریا کی روانی کا لطف اٹھارہا ہے ۔ یہی وہ موزونیت ہے یہی وہ دلکشی ہے جس کی بدولت قصے میں روانی کے ساتھ ساتھ دلکشی اور جاذبیت پیدا ہو گئی ہے ۔ مینا کو دوتی نے بہکانے کی مختلف تدابیر اختیار کیں لیکن مینا نے اپنے عصمت، عفت اور عظمت اور تقدس کو دوتی پر واضح کرتے ہوئے کہتی ہے

رکھے شرم جس کا سو او ذوالجلال   سکے ظلم کرنے کوں کس کا مجال
توکل رکھی ہوں میں رحمان پر   وہی دینہارا ہے ست کا اجر
کے قرب ہے جان ہور مال کا   منجے قرب ہے پاک رحمان کا
مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا   منجے پشت ہے اپنے ایمان کا

دوتی کی ترغیب و تحریص سے تنگ آکر آخر مینا یو پوچھتی ہے

کری تھی کتے مرد تو آج لگ   جو منج کوں کرد کر پڑی ہے بلگ

تو اس کا جواب دوتی براہ راست یوں دیتی ہے

کہ تھن پن میں دوچار جاتی ہیں دس   بڈی ہوئی اتا پھر کو آتا ہوس

مثنوی مینا ستونتی میں فطری رنگ پیدا کرنے کے لئے غواصی نے اپنے عہد کی عورتوں کی زبان اور انہیں کے محاورے استعمال کئے ہیں جس سے ان مکالموں میں برجستگی روانی اور بے ساختہ پن پیدا ہوگیا ہے ۔ پیار بھری باتیں، محبت آمیز انداز تخاطب، کوسنے اور بد دعائیں دینے کے انداز غواصی کے ذخیرہ الفاظ اور قادر الکلامی کا بین ثبوت ہیں ۔ جناب غلام عمر خاں صاحب لکھتے ہیں کہ "غرض دکن کی قدیم نسوانی زبان کے بیسوں محاورے اور فقرے اس مثنوی میں محفوظ ہوگئے ہیں جہاں تک راقم کو یاد پڑتا ہے غواصی کے کسی ہم عصر یا پیش رو شاعر کے کلام میں، دکن کی قدیم نسوانی زبان کے اتنے وافر نمونے نہیں ملتے ع ا

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۰۳

چند مثالیں ملاحظہ ہوں

بادشاہ کی تعریف دوتی کے الفاظ میں

سنی بات دوتی نے تسلیم کر   کہی اس کوں، اے بادشاہ بخت ور
اچھو عمر دنیا میں تیری دراز   جو ہوتے ہیں تج تے جگت سرفراز ۲

مینا کے احسان مندی کے جذبہ اظہار دیکھئے

کہ ایسی جو صحبت خدا نے دیا   مرے پر بڑا اون نے احسان کیا

دوتی لورک کو تو برا بھلا کہتی ہے

تو کیسے کری جائی تھی بختور   نہ سمجیا انے تج کوں ناچیز خر ۳
اگر گاؤدی بات ہیرا اہے   نہ سمجے کہے گا، کہ گار چیرا اہے
دھریں گے لھوے کوں جو سنوار کر   جو دکھلائیں گے گاودی کوں اگر
کہے گا یو تر وار ہے بے بہا   چتر دیکھ بولے، ٹکے کا لھوا
چتر گاؤدی میں یتا فرق ہے   چتر سایا ہور عقل میں فرق ہے ۴
کہی بھاگونتی جلو تیرا بھاگ   جو کھاتی توں اپنی جوانی کی آگ
ہریک بات کرتی ہے توں زار زار   پڑو تیرے دامن میں جلتی انگار ۵
بلا پیو کی میرے پڑو تج اپر   لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر ۶
یتا کیوں ترا دل نگر گھٹ ہوا   یو سنپات کیا تج کوں اوچٹ ہوا ۷
تو آخر ہے گندی جنم کھوئیں گی   برا کھا برے گود میں سوئیں گی
تجے پینے، پرم ہور نماٹ بس   تجے گھونگھٹی اوڑنے کی ہوس
اسی دھات اپنا جنم کھوئیں گی   تو پشتیا، بزاں گور میں سوئے گی
اتا سن یو ناچیز کٹنی جھٹی   کتی ہوں اتاتوں نکتاں پھٹی

ع ا ۔ مینا ستونتی صفحہ ۹۶ ۔ ۲ ۔ ایضاً صفحہ ۱۱۳ ۔ ۳ ۔ ایضاً صفحہ ۴ ۔ ایضاً صفحہ ۱۲۲ ۵ ۔ ایضاً صفحہ ۱۲۵
۶ ۔ ایضاً صفحہ ۱۲۸ ۷ ۔ ایضاً صفحہ ۱۲۸

عجب کوچ کتی توں ہے بے دھرم — نہ رکھتی بھرم ہور لیتی شرم
دغا دینی منگتی ہے کٹنی چھنال — ستی اپنے ست کو رکھنا سنبھال
میں سمجھی، توں تحقیق مکر زناں — بڈی بھار کی سوں ہے ملنا منا ۱
پھٹو دو مرا ترے بالے بال — سزا دیوے اس کا تجے ذوالجلال
دنیاں میں برا سو میرا شیر ہے — دعا بد میرا غیب کا تیر ہے
ہے ایسا برا سوکناں کا دوسنگ — سمانا سکے میاں میں دو فرنگ ۲
اپرسوں کہی، سن یو سوکن میری — یتے دن رکھی، کیا نظر نیں بھری
کتے دن پیچھے آج کیتا کرم — اپر آنے دے چھوڑری بے شرم ۳
دروناجلیا ہور کہی آہ مار — یو کٹنی منجے کرنے منگتی ہے خوار
کہی کیا تپاتی ہے ناپاک ذات — کہ پھر پھر دراتی ہے اپنچ بات
اول تے جلی ہوں، جلاتی سوکی — لگا آگ، بھی تیل بھاتی سوکی ۴
کہی کاں تے لیا یا ہے ڈائن بلا — جگر گوشہ میرا یو کھائی بلا ۵
لے جا تجارے کے تیں بیچ کر — گیا واتے او غس ناچیز خر ۶
اولورک جو میرا ہے بالا کنوار — بلا دور کروں بادشاہاں ہزار
مردناراوپاپنی استری — جن ایک چھوڑ، دوجے اپر من دھری
پرای بھار کے کون ستاوے گلا — تو اس جای کون موت آنا بھلا
بگانے کوں جو کچھ دکھائی خوب تر — بھلا ہے چھپے کچھ او مائی بھتر
بغیر پیو منج سچ کھاتی دے — کوڑاتی ہے چپ آس کائی منجے
کتی دیک لورک کوں تو گاؤ دی — ہوئے بال اجلے، نکو کریدی
نھنا کام یونا کروں تو چونڈا — ستوں کی ترت اپنے سر تے مونڈا
بزاں دوتی بولی اے بیٹی مری — مرا جیو قربان تج پر کری
سنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر — فکر سوں کلیجا گیا ٹوٹ کر

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۳۰، ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۳۳ ۳۔ ایضاً صفحہ ۱۳۴، ۴۔ ایضاً ۱۵۳ ۶۔ ایضاً ۱۵۲

اجوں لگ کتی ہے تو کیسا پیا — اواجڑیا تجے رنج ایسا دیا
یوں نادان بالی مرے بات کی — کیا مضاسیا شوخ ہو بات کی
توں نھنوا چھوری تجے قام کیا — چندر کی صورت ہے تجے دہام کیا
بھلا ہے تو اپنا کیا پائے گی — انگے پند، میری توں ازمائے گی
میری بات کوں تو سمجھتی ہے دند — اُنھی دور کی جھل تو کہتی ہوں پند
نہیں تو غرض کیا منجے بولنا — ستم گھوڑ پر گو نہراں رولنا
بڈی سن کو بولی نکو کر یو بات — ستم ہو کے کرتی توں اپنے پہ گھات
کہی، توں سنی تیں اچھے گی بیان — سکی آپنا جیو تو سارا جہاں
اتا کیوں تو گوال پر من دھری — اتا کیوں ترا جان اس پر کری
عجب ہے ترا دل نہ اس تے بجگیا — کیا سحر تیوں دھیان اس سے لگیا ۱

منظر نگاری

دکھنی شاعری کا بڑا حصہ منظر نگاری پر مشتمل ہے۔ منظر نگاری دکھنی مثنویوں میں اکثر پائی جاتی ہے کسی مثنوی میں یہ عنصر زیادہ ہے اور کسی کے پاس کم غواصی کی منظر نگاری کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے بیانات کی بنیاد مشاہدے پر رکھی ہے وہ ایک مصور کی طرح قدرتی مناظر کی تصویر کشی کرتا ہے۔ غواصی کے تینوں مثنویوں میں یہ منظر نگاری دیکھی جا سکتی ہے۔ سیف الملوک و بدیع الجمال اور طوطی نامہ کے مقابلے میں مینا ستونتی میں منظر نگاری کی مثالیں زیادہ ملتی ہیں۔ اس نے مخصوص محاوروں کے استعمال سے اظہار خیال کی صناعی، مکالموں کی برجستگی اور شعری آہنگ کی بنا مینا ستونتی میں لفظی مصوری کے کئی خاکے پیش کئے ہیں۔

بالا کنور کے شہر کا نقشہ اس طرح پیش کرتا ہے کہ

یک شہر تھا بڑا بادشاہ — جہانگیر عالم میں تھا شہنشاہ

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۹۶۔۹۷۔۹۸۔۹۹

ہے۔ لیکن حسن اور عشق جب آپس میں ٹکراتے ہیں تو یہاں کوئی فرق محسوس نہیں کیا جاتا۔ چندا جانتی ہے کہ وہ ایک شاہی خاندان کی فرد ہے لیکن لورک کا مردانہ حسن اس کو گرویدہ کرلیتا ہے اور اس پر وہ دل و جان سے فریفتہ ہوجاتی ہے۔ اور اپنے آپ کو لاکھ قابو میں رکھنے کی کوشش کے باوجود اپنے حرکات و سکنات اور باتوں سے دل کی بات ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ انسان کی یہی فطرت اور اس کی محبت کا تقاضا ہوتا ہے جو کسی نہ کسی طرح اُمڈتا ہی چلا جاتا ہے اور اسی حقیقت کو غواصی نے چندا کے زبانی یوں بیان کیا ہے

کھڑی ہو اشارات سو کتی اس سنگات　　　کتی ہوں تجے سرفرازی کی بات
مرا دل لگیا تج سوں تو راج ہے　　　تجے سرفرازی کا یو ساج ہے
چھبیلا توں ہے جان جانی منجے　　　لگیا جیو مرا کتی ہوں تجے

ہندوستانی عورت اپنے خاوند کی وفاداری کے لئے مشہور ہے اور اس کی کئی داستانیں ہندوستانی قصہ کہانیوں اور لوک گیتوں میں موجود ہیں اور اسی طرح مینا بھی ایک ستونتی عورت ہے چنانچہ ہندوستانی ستونتی عورتوں کی نمائندہ مینا کے جذبہ وفاداری کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

دنیا میں بڑی توں، جو ہمنا جنی　　　دو جا پیو لورک ہے سر پر دھنی
نکو بول لورک کوں ہرگز اتال　　　دردنا مرا جل ہوا پائمال
خدا نے کیا ہم کوں عورت مرد　　　تو ہونا ہمیں اس کے پگ کی گرد
جو کچ ان کیا سو اسے ماف ہے　　　الہی کے نزدیک انصاف ہے
مرے پیو پر جیو یو قربان ہے　　　اچھے جان اسے حق کا آمان ہے
میں عورت ہوں اس کی وو میرا سجن　　　سلامت رہے مرد گلشن چمن ۱

ہندوستانی عورت اپنے خاوند کی وفاشعار بیوی ہوتی ہے اس کی برائی کو اس کے منہ پر جب برا بھلا کہا جاتا ہے تو بیوی سہہ نہیں سکتی چنانچہ برائی پر اکساتے ہوئے لورک کو برا بھلا کہتی ہے تو مینا اس کا جواب یوں دیتی ہے۔

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۲۰

کتی دیک لورک کوں تو گاودی　　　ہوے بال اجلے نکو کر بدی
نہ ہوے گاودی اور چتر راج ہے　　　مرا پیو مرا او سرتاج ہے ۱

جب دوتی مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتے ہوئے محلات کے عیش و عشرت کی طرف راغب کرتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف مائل کرنا چاہتی ہے تو مینا اس کا جواب یوں دیتی ہے۔

کرے گا جو لورک منجے تار تار　　　تو قربان کروں جیو میں بار بار
او لورک جو میرا ہے بالا کنوار　　　بلا دور کروں بادشاہاں ہزار
میں مینا او گوال سو گند ہے　　　دہی میت میرا سجن چند ہے ۲
سجن بن منجے پھول کانٹے دسے　　　او کانٹیاں کوں کئی لاک پھانٹے دسے
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے　　　کوڑاتی ہے چپ آس کائی منجے
یو خوشبوی منج تن اپر خاک ہے　　　یو زرباف دھنگڑا انچل پاک ہے
منجے خاص کسوت کفن ہے بھلا　　　برے کام تے کاٹ لینا گلا ۳
منجے مال ہور بخت سوں کام کیا　　　منجے شاہ کے تخت سوں کام کیا
نہ بھاوے منجے مال کسوت چمن　　　نہ بھاوے منجے دوجلو راج دھن ۴
مبارک او گوال مینا اچھو　　　سلامت ہر یک تھار جینا اچھو
بھلا ہے جو قائم اچھو اپنی کھاٹ　　　سلامت اچھو گھونگھری ہور ٹاٹ
پر ای سیج میں جا اپس کوں سلاوں　　　سو ای سیج ماٹی میں کیوں نہ ملاؤں
دوجے تے بھلا موت آنا منجے　　　بھلا ہے قبر کا بچھانا منجے ۵

دوتی کے ورغلانے اور اس کی باتوں میں بدی کی پرچھائیاں دیکھ کر مینا اس کی حقیقت کو پہچان کر یوں کہتی ہے۔

توں دوتی ہو آئی ہے شہ پاس تے　　　یو دیتی ہے فتوا آپس آس تے
مبادا ترا ہوے یاراں کا حال　　　نکو پڑ دوانی تو میرے دنبال ۶

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ مینا ستونتی ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۳۶

اگر سور اسمان تے آئے گا   اگر چاند آمنج کو ازمائے گا
اگر کئی ملک ہوے صاحب جمال   اگر کوئی مقبول ہو جگ اجال
تو لورک سے ایلاڑ ہیں سب تمام   او سرتج میرا منجے اس سوں کام ۱

غواصی نے فطرت نگاری کی ایک اور مثال پیش کی ہے جہاں پاکدامن عورت کے شوہر کا بے وفا دوست ایک دن اچانک اس سے اظہار محبت کر بیٹھتا ہے اور اس کی جرات بے جا کے جواب میں باعصمت حسینہ کا رد عمل ایک سیدھی سادی لیکن عفت پرور عورت کے احساسات کے کس درجہ حقیقی اور فطری قلمی تصویر کھینچتا ہے سن سو سکی موں کوں لا دونوں بات   انجو نین میں لیا کھی اے شجات

ترے ہور مرے مرد کی آشنائی   ہمیں ہور تمیں جیوں سگے بھان بھائی
نہ تجھ تج کوں واجب اے جان عزیز   جو ایسی کیا بات توں بے تمیز ۲

سوکن چاہے وہ سگی بہن ہی کیوں نہ ہو اس کی رقابت مشہور ہے اس کی مثال غواصی نے یوں دی ہے۔

ہے ایسا برا سوکناں کا دو سنگ   سمانا سکے میاں میں دو فرنگ ۳

ہجر انسان کے لئے بہت سی مشکلات لا کھڑا کرتا ہے مینا کے ہجر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے غواصی نے اس کی حقیقی تصویر کشی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں

جدھاں تے گیا چھوڑ او خوش کلام   تدھاں تے کیا گھر میں برہا مقام
سنا روپ تیرا برہ ڈانک لگ   ہوا ہے یو افسوس کی آگ لگ
کہتی بھیس میلا اپس کا زیاں   کہ جوں چاند کوں آکے پکڑیا گیراں
چھپیا جا کے عقرب میں تیرا اجال   کہ جیوں چاند پہ چھایا ہے کالا ابھال ۴
برہ کا جو بادل گرجتا اٹھیا   ادک سانت غم کے برستا چھٹیا
نین سوں رنگت کے رتن یو پڑے   کہ جیوں شمع سو لال پھولاں جھڑے
اول تے جلی ہوں جلاتی سو کی   لگا آگ، بجھی تیل بھاتی سو کی
پیا بن ہے پردیس بھاری منجے   تری بات کا تیر کاری منجے

۱۔۲۔۳۔۴۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۴۷، ۱۲۶

نہ ماں باپ سوں میں کدھیں سوک پای نہ لاجوں مرد کے، نہ کئی بھان بھائی
نہ سسرا، نہ کئی ساس تایا چچا   قبیلا، نہ کئی گوت گھر کا بچا
نہ ہمسایہ کئی ہے دھرک دینہار   نہیں کوئی یہاں باج پروردگار
او بیج تج مری موڑ کوں کیڑے کھائے   تو کس دھات سو پھول پھل بار آئے ۱

ہجر میں جتنا دکھ ہوتا ہے، انسان میں اس سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہتا لیکن غواصی نہ صرف ہجر کا منظر پیش کرتا ہے بلکہ ہجر کے بعد وصال کا منظر بھی دکھلاتا ہے انسان جینے کی آس صرف امید پر باندھتا ہے۔ آج غم ہے تو اسی کا منتظر رہتا ہے کہ یہ غم کے بادل ایک دن چھٹ جائیں گے اور خوشیوں سے دامن بھر لوں گا۔ ہر غم کے بعد وہ خوشی کا قائل ہے جیسے اندھیرے بعد اجالے آتے ہیں اسی طرح خوشیوں کے بعد اور غم کے بعد خوشی اور غواصی بھی اسی عقیدہ کا قائل ہے چنانچہ مینا کے ہجر کے دن کو بتا کر اس کے دامن میں وصال کی خوشیاں بھر دیتا ہے۔

عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے   کھلے پھول مینا کے آدھار کے
پریا آس مینا کی او ذوالجلال   دیکھت ست ملا کر او کیتا نہال
دہی ست دیا ہور زحمت دیا   مشقت دیا ہور راحت دیا ۲

غواصی کا فلسفہ حیات

مثنوی نگار کا اولین فرض انسانی جذبات کی مصوری کرنا ہے جیسے خوشی کامیابی، ناکامی امید یاس حسرت غصہ وغیرہ وہ ان سارے جذبات کی مصوری ضرور کرتا ہے لیکن ایک خاص نقطہ نظر سے یہ تجربات ہمیں براہ راست نہیں ملتے بلکہ مثنوی کے پلاٹ یا کہانی کے تجزیہ ہی سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ غواصی نے اپنی مثنوی مینا ستونتی میں ایک خاص مقصد، ایک بنیادی فلسفہ جو زندگی کو سنوارنے کا ہے پیش کرتا ہے۔

۱۔۲۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۴۴، ۱۷۵

اس مثنوی کا مرکزی خیال عورت کی عصمت و عفت اور حیا و شرم کی اعلیٰ قدریں ہیں جن کو غواصی نے بہتر طریقے پر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اس کی چند مثالیں دیکھئے

ہندوستانی عورت اپنی عصمت و عفت کے لئے اور خاوند کی وفاداری کے لئے مشہور ہے خاص کر جب عورت جوانی میں قدم رکھتی ہے تو اس کے ماں باپ اپنا اولین فرض یہ سمجھتے ہیں کہ جب گھر کی یہ امانت ہے اس کو سپرد کرکے وہ ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائیں اور پھر وہ منزل بھی عورت کے سفر حیات میں آتی ہے جبکہ وہ ایک مرد کے ساتھ وابستہ کردی جاتی ہے اور پھر شادی کے بعد ہندوستانی عورت کا کیا حال ہوتا ہے اس کی مثال غواصی مینا کی زبانی یوں پیش کرتا ہے۔

خدا نے کیا ہم کو عورت مرد　　تو ہونا ہمیں اس کے پگ کی گرد
ہمن تے برا کچ ذرا کام ہوے　　دونوں جگ میں او نار بدنام ہوے
اسی نار کاموں سو کالا اہے　　سو شیطان کے موں کا جالا اہے
اسے تیں ہے جاگا کسی ٹھار میں　　پڑے گی او عورت بڑے غار میں
خدا کا اسے نیں ہے دیدار واں　　کرے گا اسے کیوں خدا یاد واں
او سبحان مرداں کو دیتا شرف　　لکھیا ہے برا عورتاں کا حرف

سماج میں بزرگوں کی بڑی عزت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ عمر میں بڑے ہوتے ہیں۔ پھر دنیا کے تجربے انھیں حاصل ہوتے ہیں چاہے وہ نیک ہو یا بد انھیں تجربوں سے وہ اپنے آئندہ آنے والی نسلوں کی تربیت بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ خاص کر گھر کی بڑی بوڑھیوں کے کیا فرائض ہوتے ہیں اس پر غواصی نے یوں رروشنی ڈالی ہے۔

منجے عقل کی بات سکلائے گی　　مرے دکھ درد کوں توں نھسلائے گی
بڈی سن کتی ہوں تجھے میں بچن　　ستی اپنے ست کوں جو رکھنا جتن
الپس پیو اپر جن اچھینگی فدا　　یو رحمت اسی پر رہے نت سدا
نمنی کی مناجات اول قبول　　ہے خوشنود اس پر خدا ہور رسول
بڈی جان کا دیک اپچ ہوس　　ابال دور کا تیونچ دستا ہے بس

جو رات کوں چوری کر کھاوتے　　گیا دھڑ منے پھر کے پچتاوے
میٹھا جیب میں ہے نمک بے مثال　　گیا حلق میں تو ہوا پائمال

جب بزرگ غلط راستے پر چلتے ہیں اور چھوٹے اگر عقلمند ہیں تو وہ بھی ان کو راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ اس میں ہچکچاہٹ کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ انسان کی ایک فطرت حرص بھی ہے۔ اور اس فطرت کے لئے وہ مجبوراسب کچھ کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ لیکن مینا کے زبانی غواصی حرص کے بارے میں کہتا ہے

حرص آدمی کا ہے اس وضا　　یو جینا ہے دو دن نہ چوکی قضا
حرص کوں جلونا اپن بات ہے　　حیا کا کفن جیو کے ساتھ ہے ۱
حرص آدمی کا تو ناپاک ہے　　اصیل کوں سدا شرم کا دھاک ہے ۲

ایک اصیل عورت کے کیا خصوصیات ہوتے ہیں۔ ایک ستونت عورت کے کیا خیالات ہوتے ہیں غواصی مینا کے زبانی ان کا درس یوں دیتا ہے

مرد نار او یا نی استری　　جن یک چھوڑ دوجے اپر من دھری
پر ای بچار کے کون سناوے گلا　　تو اس جائی کوں موت آنا بھلا
بگانے کوں جو مکھ دکھانی خوب تر　　بھلا ہے چھپے مکھ او مائی بھتر
کہ جیتے ستیاں کی سو ہوں گرد میں　　نکو پڑ توں منج آہ کے درد میں
جکئی منج چوکڑویاں جو نظراں دھرے　　بلا شک او دوزخی ہو مرے
توکل رکھی ہوں میں رحمان پر　　وہی دینہار اہے ست کا اجر
کے قرب ہے مال ہور جان کا　　منجے قرب ہے پاک رحمان کا
مرے سرپہ سایہ ہے سبحان کا　　منجے پشت ہے اپنے ایمان کا ۳

غواصی اخلاقی درس دیتے ہوئے ماں باپ کے فرائض کی طرف بھی دھیان دلاتا ہے کہ ۱۔ کسی نیک عورت کا دودھ پلائیں ۲۔ انھیں شریفوں کے صحبت میں رکھیں ۳۔ حق کی بات سکھائیں اور ۴۔ ادب و لحاظ کے برتاؤ کی تعلیم دیں۔

کہ ماں باپ پر فرض ہے چار بات　　جو فرزند کے حق میں کرنا جہات

۱،۲،۳۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۲۲،۱۲۶،۱۳۰

اول نیک کا دود اس کو پلائیں　　　دو جا دیک اشراف کے سنگ لائیں
ہے تسرا سکانا اسے حق کی بات　　　بھی چوتھا اچانا ادب کے سنگات
پرائے مرد پر جو کرتی نظر　　　اسی کام تے جائے دوزخ بھتر
دنیا میں براتیں ہے پچ اس تے کام　　　جو کئی ہے حرامی سو کرتی حرام ۱

عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنے خاوند کی وفادار رہے اور وہی عورت دین و دنیا میں سرخرو ہوگی۔

وفادار ہے سو وہی نار ہے　　　وفا تیں تو پئیو اس تے بیزار ہے
مرے ست کے دریا کا لورک غواص　　نہ لے سے کئی اس باج موتیاں کی راس
پرت کا مرے دھن پو بیٹھا ہے ناگ　　سکے کون لینے کوں تن میں ہے آگ ۲

اور جو عورتیں با عصمت ہوتی ہیں وہ اپنی آہ میں تاثیر بھی رکھتی ہیں

مرے سانس کوں جان جیپال سار　　　جلاوں تجھے ہور ترا سب شمار
کرے قرب جس کا ہے تج پر کرم　　　کروں آہ تو ہووے بادشاہی بھسم ۳

مینا ستونتی میں علاقائی عناصر

شاہی تہذیب و تمدن

غواصی نے بالا کنوار کا جو خاکہ پیش کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ اپنے تخت و تاج کا مالک تھا۔ اس کے کئی ایک وزراء تھے اور بہت سی رانیاں بھی تھیں وہ کئی محلات کا مالک تھا عوام اس کے دور حکومت میں بہت چین و آرام کی زندگی گذار رہے تھے۔ اس کی ایک شہزادی تھی جس کا نام چندا تھا عوام اور شاہی زندگی کے تانے بانے بہت ملتے جلتے دکھائی دیتے ہیں۔ دولت کی فراوانی سے امراء و شرفا میں عیش و

۱، ۲، ۳۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۱

عشرت کا دور دورہ تھا۔ چندا کا گوال کو ترغیب و تحریص سے اڑا لے جانا پھر بادشاہ کا کٹنی کا بھیج کر مینا کو اپنی ہوس کی طرف راغب کرنا شاہی زندگی میں عیش و عشرت کے نام ہوس کاری کے جذبات کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل عوامی طبقہ میں کچھ ایسے پاکدامن عورتیں بھی ہیں جو اپنی ست، عفت و پاکیزگی کو برقرار رکھنے میں کامیاب نظر آتی ہیں مثنوی مینا ستونتی میں ہمیں صرف دو طبقات نظر آتے ہیں اعلیٰ طبقہ جو عیش و عشرت میں زندگی گذارتا ہے اور دوسروں کی عزت لوٹنے میں اس کو کوئی باک نہیں ہوتا۔ ادنیٰ طبقہ کی مختلف مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کی عزت پر حملہ کرتا ہے اور اس میں وہ کامیاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ ادنیٰ طبقہ کے لوگ اپنی مجبوریوں سے ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اپنی عزت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں وہ غربت، افلاس کے عذاب کو جھیل کر بھی اپنی عزت کو قائم رکھتے ہیں۔ بالا کنوار کا دوتی کو بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ مینا کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جائے اور چندا نے لورک کے مردانہ وجاہت پر فریفتہ ہو کر گوال جیسے کو اپنا کر زندگی گذارنے پر آمادہ ہونا اور اپنے مرتبہ کو بھول جانا اس کی ہوس کی نشاندہی کرتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود بادشاہ انصاف پسند ہوتا تھا۔ غواصی نے اس بات کی صراحت کی ہے اور کہانی کے خاتمے پر بادشاہ کا عادل ہونا ثابت کرتا ہے۔ مینا کی عصمت و پاکدامنی کا قائل ہو کر وہ چندا کو سنگسار کراتا ہے دوتی کو سر منڈوا کر گدھے پر بٹھا کر گشت کراتا ہے اور لورک کو مینا کے ساتھ روانہ کرتا ہے۔ غواصی نے اس بات کو ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کہ بادشاہ عیش و عشرت میں مصروف ہونے کے باوجود عادل ہوا کرتے تھے۔

لباس

عام آدمی معمولی کپڑے پہنا کرتے تھے اور امراء اور شرفا کا لباس نہایت قیمتی ہوا کرتا تھا۔ اور ان کا رہن سہن بھی بڑا شاندار ہوا کرتا تھا۔

چھیلیاں کری کسوتاں زر زری　　پھرے خوش میں توں ہو شہری
پینے پھول ، ہور پان لو چن دسن　　لگا خوشبو تن انجن نیں

گوالے کا لباس دیکھئے

جو کاندھے چوالا ، چندوئی ہے سیر　　لنگے پاؤں ہور یک لنگوٹی ہے پھیر
لنگوٹی کھٹی ہور سڑیا گودڑا　　بچھانے کوں یک پھٹیا بویا

گوالے کا رہن سہن دیکھئے

لیا بھار کس بات میں جھانکتا　　پھرے جنگلے جنگل گرو راکتا
انبل چھانچھ کنکیاں سوتج لذتاں　　تجے کائیکوں خاص کیا نعمتاں

مینا کا فراق زدہ لباس دیکھئے

بندی خوب دھنکڑا او جلا سو پاک　　مانڈی چرخا ہور موں کو بھر لائی خاک
اپس دھول تن میں ملانے لگی　　تمام روپ اپنا جلانے لگی

زیورات

اس زمانے میں یہ زیورات تھے ہت کڑے ، پدک ، کنٹھال وغیرہ یہ تمام جڑاو ہوتے تھے ۔ گلے کے زیور اس زمانے میں بھی رائج تھے ۔ بادشاہ انھیں زیورات کو دیا تھا تا کہ وہ مینا کو اپنے جال میں پھنسائے

دیا بہت کڑک ، ہور پدک لعل اسے　　کنک موتیاں ہور کنٹھال اسے

امراء کے پاس زیادہ دولت ہوا کرتی تھی چندا اسی کا ذکر کرتی ہے ۔

مرے پاس دھن مال ہے لئی متا　　تجے دیوں گی میں جتا ہے وتا
تجے کائیکو بچھانا صدر　　ارے گاؤ دی کیا جانے قدر

آج بھی اس قسم کے زیورات ریاست کے مختلف حصوں میں رائج ہیں ۔

مثنوی مینا ستونتی کا ادبی جائزہ

کلام مقتضائے حال کے موافق

مثنوی مینا ستونتی میں غواصی نے کردار نگاری کے ساتھ ساتھ اپنے کلام کو مقتضائے حال کے موافق بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے ۔ قصہ پیش کرتے ہوئے موقع و محل کے مطابق اشعار لکھتا چلا جاتا ہے ۔ مثلا

مثنوی کے ابتداء میں شہر اور بادشاہ کی تفصیل پیش کی ہے ۔ بادشاہ کے خصوصیات کو بیان کیا ۔ درباریوں اور رعایا کے حالات سے واقف کروایا بادشاہ کے اخلاق و عادات پر روشنی ڈالی ۔ خاندان والوں کا تعارف کراتے ہوئے چندا کو متعارف کروایا پھر اس کے حسن و شباب کی بھی تعریف کی ۔ اسی مناسبت سے مینا اور لورک کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے مرکزی خیال ، فلسفہ حیات کو بیان کیا ۔ خیر و شر کی رزم کا منظر مختلف حکایات کی مدد سے پیش کرتا ہے ۔ آخر میں شر کی غالبیت کو تمام خیر کی فتح کا منظر پیش کرتا ہے ۔ مرکزی خیال مثنوی یعنی فلسفہ حیات کو پیش کرنے کے لئے بہ وقت ضرورت وہی حکایتیں بیان کیں جو خیر و شر سے متعلق تھیں مثلا انسان کے پائے ثبات جوانی میں ڈگمگا جاتے ہیں اس ضرورت کے پیش نظر جوانی کا تذکرہ کرتا ہے ان اشعار کو اگر وہ پیش نہ کرتا تو شاید یہ پہلو تشنہ ہی رہ جاتا ۔

جوانی کی کنی قند پایا نہیں　　جوانی گئے پر سہایا نہیں
کتے ہیں جوانی گئے پراونار　　کہ جیوں دیں ڈھل جا پڑے اند کار
تجے دیکھ پھٹتی ہے میری نظر　　جو ہوی زندگانی تیری خوا اتر

جوانی کا بیان پیش کرتے ہوئے اسی قبیل میں عورت کے حسن کا تذکرہ لاتا ہے ۔

سنی ہے حکایت جو یک نار کی　　پتی ورتا ناریاں میں اوتار کی
سہاتا تھا قد سرو کے نمن　　پیشانی سو جیوں چاند تارے نیں

اتھے ہونٹ جیوں لعل یاقوت بھرے   جھمکتے سوجیوں دانت ہیرے جڑے
مٹھائی زباں میں مبارک بچن   کری بات جوں پھول جھڑتے رتن

غواصی اس حکایت میں باعصمت حسینہ کی حکایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس حسینہ کو جب خاوند نے اپنے دوست کے حوالے کرتے ہوئے یہ تاکید کی تھی تم میرے دوست کی ویسی ہی خدمت کرنا جیسی کہ میری خدمت کرتے ہو۔ تمہارا اور میرے دوست کا رشتہ بہن بھائی کا رشتہ ہے اس نیک صفت عورت نے اپنے شوہر کی تاکید پر عمل کیا ویسی ہی خدمت کرتی رہی لیکن اس بے وفا دوست نے اس سے بدکاری کا ارادہ کیا جب اس حسینہ نے انکار کیا تو اس کی مصیبت میں پھنسا دیا لیکن اس نیک صفت عورت نے خدا پر توکل کیا مصیبتوں کو جھیلتی رہی بالاخر ان آزمائشوں سے چھٹکارا ملا اور خدائے تعالیٰ نے اس عورت کو ایک ایسی طاقت کی جو مسیحائی قوت کا ایک حصہ کہا جاسکتا ہے۔ یعنی اپنی شفا بخش آنکھوں سے جب ایک مرتبہ دیکھ لیتی تو بیمار شفا پاجاتا یہ چرچا دور دور تک پھیلتا چلا گیا۔ جب اس بات کا پتہ اس باعصمت حسینہ کے خاوند کو چلا تو اس نے بدکار دوست، ڈاکو اور غلام کو اس عورت پر ظلم و ستم کے ارادے سے بدی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوچکے تھے۔ اس عورت نے ان تینوں کو اس حالت میں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ کون ہیں اس نے ایک منصوبہ کے تحت سارے واقعات انہیں کی زبانی خاوند کے سامنے راز اگلوائے اور پھر اپنی شفا بخش آنکھوں سے اپنا چاند جیسا چہرہ دکھا کر شفا بخشی۔ پھر اپنے خاوند کو تنہائی میں بلا کر اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔ اس طرح سوداگر اور باعصمت حسینہ کا ایک مدت دراز بعد وصال عمل میں آیا شوہر کے دل کی ساری کدورتیں دور ہوئیں اور از سر نو دونوں خوشی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ غواصی کا مقصد اس حکایت کے بیان کرنے میں یہ تھا کہ وہ عفت اور پاکیزگی کی اہمیت ظاہر کرنی تھی اسی مقتضائے حال کے موافق اس نے چند اشعار یوں بیان کئے ہیں۔

چندر سار کا بعد ازاں مکھ دکھائی   ہوا تن سب اس کا نجھل روشنائی
بزاں اپنی کسوت زبانی کری   ہوس لشکری کا طلب کا دھری
کہی زن تری قوں مرا مرد ہے   جو کچ یو کہے سو مرا درد ہے
بڑی بے وفا دنیا ناپاک ہے   ہمیں تو ہمن تھار پر پاک ہے
جو کئی بس یو نظر لیائے گا   مشہور رہے او اپنا کیا پائے گا

چندا کے ورغلانے پر لورک جب چندا کے ساتھ فرار ہوجاتا ہے بادشاہ کے ایما پر دوتی مینا کے پاس آتی ہے اور اپنے آپ کو رضاعی ماں بتا کر اس کے پاس سکونت اختیار کرلیتی ہے رفتہ رفتہ مینا کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کے لئے مختلف ایسی حکایتیں جو بدی کی طرف مائل کریں سناتی ہے تاکہ مینا کا نفس زنا پر آمادہ ہو۔ لیکن مینا ایک پاکدامن اور باعصمت و وفاشعار عورت تھی لاکھ منع کرنے پر بھی جب دوتی باز نہ آئی تو اس نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور اس کے جواب میں ایسی حکایتیں پیش کرنے لگی جو وفاشعاری پر انسان کو آمادہ کرتی ہیں دوتی کو غصہ آتا ہے تو لورک کو برا بھلا کہتے ہوئے طعنے، کوسنے اور برے برے گالیاں دیتی ہے۔ جس کی مثالیں دی جاچکی ہیں۔ یہ بھی غواصی کے فن کا کمال ہے کہ اس نے ان سارے زنانہ محاورے، روز مرہ وغیرہ کو اپنے کلام میں اس طرح استعمال کیا جو مقتضائے حال کے موافق ہوں اور ان کے بیان کی کوئی رکاوٹ بھی محسوس نہ ہو۔ چند اشعار مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

دغا دینے منگتی ہے کٹنی چھنال   ستی اپنے ست کو جو رکھنا سنبھال
پھٹو دود مرا ترے بالے بال   سزا دیوے اس کا تجے ذوالجلال
دروناجلیا ہور کہی آہ مار   یو کٹنی منجے کرنے منگتی ہے خوار

پچھلے باب میں اسی مثنوی کا تجزیہ کرتے ہوئے جذبات نگاری کے عنوان کے تحت مینا کے وفاشعاری اور اس کی باعصمت ہونے کی جو مثالیں دی گئی ہیں وہ بھی غواصی کے مرکزی خیال یعنی فلسفہ حیات کو پیش کرنے میں کافی مدد دیتی ہے۔ مکالمہ

نگاری کے تحت ان اشعار کا تذکرہ کیا جا چکا ہے ۔ دوتی اور مینا کے درمیان جو مکالمے پیش کئے گئے ہیں وہ بھی اخلاقی اقدار کو روشناس کرانے میں کافی مدد دیتے ہیں اور ان کو پیش کرنے میں غواصی نے کافی احتیاط سے کام لیا ہے اور یہ مقتضائے حال کے موافق ہیں ۔ غرض اس مثنوی میں غواصی نے وہ ساری باتیں پیش کی ہیں جو مثنوی کو دلکش بناتی ہیں اس دلکشی کو برقرار رکھتے ہوئے باتوں باتوں میں غواصی اپنا مقصد، یعنی اخلاقی قدروں کا درس دیتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ دنیا بے وفا ہے ۔ باوفا عصمت شعار عورتیں آزمائشوں میں کامیاب ہوتے ہیں اور برائی کا انجام برا ہوتا ہے ۔ اور ان ساری باتوں کو وقت کے تقاضے سے ایسا پیش کرتا ہے کہ قاری اس کے خیال سے پورا اتفاق کرتا ہے اور غواصی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرلیتا ہے ۔

غواصی کے کلام کی لطافت

مثنوی مینا ستونتی میں غواصی نے نہایت لطیف اشعار بھی پیش کئے ہیں ۔ جس کی چند مثالیں یہاں دی جاتی ہیں ۔

بھی یکبار جائے توں ہمت کی لاگ — لگا دل کے لنکھا کوں برھا کی آگ
بزاں سوراپ دیس کا چڑ ترنگ — او مغرب کے دریا پو آیا نسنگ
کہی میں کروں کیا فلک بھان کوں — پریشان کیتا منج پریشان کوں
صندل ست کے لکڑیاں او ٹھا ڈھگار — لگائی اسے غم کی تازی انگار ١

تشبیہات و استعارت

غواصی نے مینا ستونتی میں بہت سی عمدہ تشبیہات استعمال کی ہیں ۔ چند مثالیں

١۔ مینا ستونتی صفحہ ٣

ملاحظہ ہوں ۔ چندا کے حسن کو چاند سے ، اس کے قد کو سرو سے اور چہرے کو کنول سے تشبیہ دی ہے ۔

جھلک چاند کا جوں اجالا دے — سوگڑ چلبلی نار ، دل میں دے
سرو کے نمن نازک نچھل — یو پانی اپر جیوں کھلا ہے کنول ١

مینا کے حسن کی مثال اس نے کوہ طور سے دی ہے

چھبیلی او اوتار کچ حور ہے — سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے
خدا نے اسے نور ایسا دیا — چتر سار خاصیاں میں اس کوں کیا
نہ حاجت منجے چاند ہور سور کا — مرے گھر میں شعلہ ہے کہہ طور کا ٢

بالا کنور نے مینا کے حسن سے متاثر ہوکر اس کو ایسا سورج قرار دیا جو راتوں کو بھی غروب نہ ہو ۔

ستارے اس انگے یوں دستے اہیں — کہ جیوں دیس کوں ریوئیاں لائے ہیں ٣
چڑے بات میرے جو اوماہتاب — نہ نس کوں غروب ہووے آفتاب ٤

غواصی نے شباب کا تذکرہ کرتے ہوئے جوانی کو مست سانپ سے تشبیہ دی ہے

جوانی سدا جھاڑ کا بھار ہے — مدن مدبھریا سانپ کا لہار ہے ٥

ستونت عورت کی حکایت بیان کرتے ہوئے اس کا سراپا بیان کرتے وقت کتنی تشبیہات کا استعمال کرتا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں

سہاتا اتھا قد سرو کے نمن — پیشانی سو جیوں چاند ، تارے نین ٦
اتھے ہوٹاں جیوں لعل یاقوت بھرے — جھمکتے سو جیوں دانت ہیرے جڑے ٧
مٹھائی زباں ہیں ، مبارک بچن — کری بات جوں پھول جھڑے رتن ٨
و گت صاف سوں دو نین یوں بھرے — ابلتے تھے جیوں آب جم کے جھرے ٩

١۔٢۔٣۔٤۔٥۔٦۔٧۔٨۔٩۔ مینا ستونتی صفحہ ٣ ، ١١٢ ، ١١٣ ، ١١٣ ، ٢٢٥ ، ١٣٦ ، ١٥٣ ، ١٤٢ ، ١٤٢

ان اشعار میں غواصی نے قد کو سرو سے، جبین کو چاند سے، لبوں کو لعل سے، دانتوں کو موتی کی لڑیوں سے، زبان کی حلاوت کو پھولوں کے جھڑنے سے اور آنکھوں کو آب جم سے تشبیہ دی ہے

مبالغہ

ستونت عورت کی اپنی عفت پاکدامنی کی وجہ سے خدا نے اس کی آنکھوں میں وہ طاقت عطا کی کہ وہ جس مریض کو بھی نظر بھر کر دیکھ لیتی اس کو شفا حاصل ہوجاتی تھی جب اس نے کوڑھی کو اپنا چہرہ دکھایا تو وہ شفا یاب ہوا۔ ظاہر ہے یہاں اس نے اپنے مقصد کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اتنا مبالغہ شاعری میں جائز قرار دیا جاسکتا ہی۔

چندر سار کا بعد ازاں مکھ دکھائی　　　ہوا تن سب اس کا نچھل
بزاں پردے اوپر سوں جھانکیا وہ سور　　　ہوا تن سوں اس سفیدی سے دور ۱

کلام کی سادگی

غواصی کا کلام بہت سیدھا سادہ اور پر اثر ہے۔ مینا ستونتی میں جا بجا نہایت سادہ اور پر اثر اشعار ملتے ہیں۔ اگر ان اشعار میں سے چند مخصوص دکھنی الفاظ نکال دئے جائیں اور ان کے مماثل جدید الفاظ رکھ لئے جائیں تو یہ کلام قدیم ہونے کے باوجود جدید اور زمانہ حال کا کلام معلوم ہو گا۔ مینا ستونتی میں ایسے بہت سے اشعار ملتے ہیں چند مثالیں دیکھئے۔

کہی ہور رونے لگی زار زار　　　نصیبوں کوں مینا کے جل آہ مار ۲

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۶۱۔ ۱۶۲ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۲۰

تجھے میں کہتی ہوں نصیحت کی بات　　　تج ہنگام ٹلتا ہے دن ہور رات ۱
سنگت نیک کا جاہلاں کو بڑھانے　　　برے کی سنگت نے برا بول آئے ۲
نھنی کی مناجات اول قبول　　　ہے خوشنود اس پر خدا ہور رسول ۳
بہت مرد کا اس اپر پیار تھا　　　گھڑی یک نہ دیکھے تو غم خوار تھا ۴
کری پرورش اس کا دل جان سوں　　　ہوا ایک ستم اس پہ اسماں سوں ۵
خدا تج سے راضی، نہ راضی رسول　　　جیسے جیو دوزخ کری توں قبول ۶
دہی ست دیا ہور زحمت دیا　　　مشقت دیا ہور راحت دیا ۷

مثنوی کی بحر

مثنوی مینا ستونتی میں بحر متقارب مثمن مقصور و محذوف کا استعمال ہوا ہے۔

۱۔ مینا ستونتی صفحہ ۱۲۳ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۳۱ ۳۔ ایضاً صفحہ ۱۲۳ ۴۔ ایضاً صفحہ ۱۳۰ ۵۔ ۱۵۱ ۶۔ ایضاً ۱۶۳ ۷۔ ایضاً ۱۶۵

MAINA SATVANTI KAA TANQEEDI JAYEZA

by
Dr. MOHD SIBGHATULLA
Prof. of Urdu, H.O.D
Govt. Arts College, Bangalore - 1

© Author

Ist Print : 1996-97

Pages : 80

Price : Rs. 50/=

Copies available at
Malik Publications
No. 50-12, 'Aashiyana'
4th Main, Vasantappa Block
Ganga Nagar, Bangalore - 560 032
Tel : 3433825

Urdu Library Centre
S.K.R. Market, Bangalore - 560 002

Printed at : **Span Print**
Bangalore - 4
Ph. : 6628880